العقيدة الميسرة

آسان اسلامی عقیده

تأليف

أ. د. أحمد بن عبدالرحمن القاضي

العقيدة الميسرة

من الكتاب العزيز والسنة المطهرة

أ. د. أحمد بن عبدالرحمن القاضي

الجمعية العلمية السعودية للدراسات الإسلامية
Saudi Association for Islamic Studies

العقيدة الميسرة

آسان اسلامی عقیدہ

تأليف

د. أحمد بن عبد الرحمن القاضي

ترجمہ

ابو اسعد قطب محمد الاثری

نظر ثانی

ذاکر حسین وراثت اللہ المدنی

ناشر

دفتر دعوت وارشاد وتوعیۃ الجالیات، ربوۃ، ریاض

ح المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد و توعية الجاليات بالربوة، ١٤٣٩هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
القاضي ، احمد عبد الرحمن
العقيدة الإسلامية (اسان اسلامي - اردو). / احمد
عبد الرحمن القاضي .- الرياض، ١٤٣٩هـ
١٩٢ص، ١٦x٢٣سم
ردمك: ٩-٧٢-٨٢٢٩-٦٠٣-٩٧٨
١ - العقيدة الإسلامية أ. العنوان
ديوي ٢٤٠ ١٤٣٩/ ٥٧٣٤
رقم الايداع : ١٤٣٩/٥٧٣٤
ردمك: ٩-٧٢-٨٢٢٩-٦٠٣-٩٧٨

بسم الله الرحمن الرحيم

حرف آغاز

الحمد لله الذي أكمل لنا الدِّين وأتمّ علينا النعمة، والصلاة والسلام على نبيّنا محمد بن عبد الله الذي بعثه ربُّه بين يدي الساعة بشيرًا ونذيرًا، وداعيًا إلى اللّه بإذنه وسراجًا منيرًا.

امابعد!

ہدایت ایک عظیم ترین نعمت ہے جس سے اللہ رب العالمین اپنے بندوں کو سرفراز فرماتا ہے، اور سب سے عظیم ہدایت یہ ہے کہ بندہ اس دین حق کی طرف راہ یاب ہو جائے جس کے سوا اللہ کو اپنے بندے سے کوئی دوسرا دین قابل قبول ہی نہیں، اور وہی وہ دین اسلام ہے، اللہ عزوجل نے نماز کی تمام رکعتوں میں اپنے بندے کو اسی ہدایت کے طلب گار ہونے کا حکم فرمایا کہ وہ اس انداز سے فریاد کریں: ﴿ ٱهۡدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلۡمُسۡتَقِيمَ ﴾ [الفاتحة:٦] ”ہمیں سیدھی (اور سچی) راہ دکھا“۔

حکمت الٰہی کا یہی تقاضا رہا ہے کہ مسلمان مختلف وجوہات کی بنا پر باہم اختلاف کے شکار رہیں، چاہے وہ دینی علم کے فقدان کی بنا پر ہو یا خواہش پرستی اس کی وجہ ہو، اور امت میں رونما ہونے والے ان اختلافات کے متعلق جانکاری نبی اکرم ﷺ نے ان الفاظ میں دی ہے: «افْتَرَقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، فَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَافْتَرَقَتِ النَّصَارَى عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، فَإِحْدَى وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَتَفْتَرِقَنَّ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ» ، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ هُمْ؟ قَالَ: «الْجَمَاعَةُ» ”یہود اکہتر (۷۱) فرقوں میں بٹ گئے، ان کا ایک فرقہ جنت میں اور ستر (۷۰) جہنم میں ہوگا، اور نصاریٰ بہتر

(۷۲) فرقوں میں بٹ گئے، ان کے اکہتر (۷۱) فرقے جہنم میں اور ایک فرقہ جنت میں ہوگا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے یقینا میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی، ان میں سے ایک فرقہ جنتی ہوگا اور بہتر (۷۲) فرقے جہنم میں جائیں گے، پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ جنتی فرقہ کون ہے ؟، آپ ﷺ نے فرمایا: "جماعت "یعنی جماعت صحابہ کے ساتھ رہنے والے، ان کے عقائد کے تھامنے والے، اور انکی رائے کو اخذ کرنے لوگ) (ابن ماجہ: ۳۹۹۲، صحیح)۔

چنانچہ اس دینی اختلاف کے واقع ہونے کے وقت حق وصواب کی طرف راہ یاب ہونے والے حریص مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس علم وعمل کی تلاش میں لگ جائے جس پر نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم قائم تھے، اور ان کی اقتدا کو اپنا شیوہ بنالے۔

برادرم قارئین! آپ کی خدمت میں ایک مختصر کتاب پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے جس کے مؤلف کی یہ کاوش ہے کہ عقیدہ کے بابت - جو کہ ابواب دین کا سب سے خطرناک باب ہے - آپ کو وہ عظیم معلومات فراہم کریں جس پر نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم قائم تھے، اور ان کے مخالف پائے جانے والے گمراہ کن اقوال کی پردہ کشائی کردیں تاکہ آپ اپنے معاملہ میں دلیل وحجت پر قائم رہیں۔

اللہ سے التجا ہے کہ وہ مؤلف کتاب کو اجر جزیل عطا فرمائے، اور ساتھ ہی ساتھ اس کے مترجم، مصمم، اور ناشر اور جن کی ادنی حصہ داری بھی ہے ان سب کو خوب خوب اجر وثواب سے نوازے، اور عام وخاص ہر طبقے کے مسلمان بھائیوں کے لئے جنھیں یہ کتاب دستیاب ہو اسے نفع بخش بنائے، آمین۔

والحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات-

پیش کردہ: مرکز اصول

مقدمہ المؤلف

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا. من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له.

وأشهد أن لا إله إلا الله، وحده لا شريك له، القائل سبحانه: ﴿ هُوَ ٱلَّذِى بَعَثَ فِى ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ رَسُولٗا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبۡلُ لَفِى ضَلَٰلٖ مُّبِينٖ ﴾ (الجمعة: ٢)، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، الذي امتن الله على عباده ببعثته فقال: ﴿ لَقَدۡ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ إِذۡ بَعَثَ فِيهِمۡ رَسُولٗا مِّنۡ أَنفُسِهِمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبۡلُ لَفِى ضَلَٰلٖ مُّبِينٍ ﴾ (آل عمران: ١٦٤). أما بعد:

اللہ تعالی نے اپنے رسول محمد ﷺ کو تمام انسانوں کی طرف ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا تاکہ آپ انہیں ظلمتوں سے روشنی، اور کھلی گمراہیوں سے کامل ہدایت کی طرف نکال لائیں، اسی سے ان کے سینوں میں انشراح اور دلوں کو سکون میسر ہوگا، کیونکہ (ہدی) نفع بخش علم کا نام ہے اور (دین حق) عمل صالح کا نام ہے، چنانچہ انہیں دونوں عظیم بنیادوں پر خوش گوار زندگی کی عمارت قائم ہے۔

عقائد، عبادات اور باہمی معاملات سے مربوط بندوں کی جملہ ضروریات کی خاطر اللہ نے اپنی کتاب عزیز کو ضامن ٹھہرایا ہے، اور سنت مطہرہ کی آمد نے تو اس میں پائے جانے والے اجمال کی وضاحت، اور مبہم کی تفسیر، اور عمومیت کی تفصیل سے اس میں چار چاند لگا دی ہے، جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

« أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ، وَمِثْلَهُ مَعَهُ » " مجھے قرآن اور اسی جیسی ایک اور چیز سے نوازا گیا ہے"(أبوداود: ۴۶۰۴، صحیح)۔

اسلامی عقیدہ اس دین کا کھمبا، اس کی بنیاد، اس کی طاقت و قوت اور تمام ادیان پر غالب آنے کا راز ہے، اس لئے کہ اس کے دامن میں یکتائے روزگار خصوصیات پھل پھول رہی ہیں، جس کی چند جھلکیاں ذیل کے سطور میں پیش ہیں:

۱- **توحید:** صرف ایک اللہ کی عبادت کرنا اور صرف رسول اکرم ﷺ کی اتباع و پیروی کرنا۔

۲- **توقیف:** یہ رب کی طرف سے حاصل شدہ ہے، قرآن و حدیث کے ساتھ محصور ہے، کوئی رائے اور قیاس اس کو شامل نہیں۔

۳- شیطان کے پھندے میں گرفتار ہونے سے پہلے یہ اس فطرت سلیم کے عین مطابق ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔

۴- یہ اس صریح عقل کے عین مطابق ہے جو شکوک و شبہات اور شہوتوں سے محفوظ ہے۔

۵- **شمولیت:** کائنات، زندگی اور انسان کی تمام پہلوؤں کو بھرپور اجاگر کرتا ہے۔

۶- **مشابہت:** ان میں ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں، ان میں باہم کوئی تناقض اور تفاوت نہیں۔

۷- **میانہ روی:** گفتگو میں اختلاف رونما ہونے کی صورت میں افراط و تفریط سے ہٹ کر راہ اعتدال کے میزان کا کردار نبھاتا ہے۔

مذکورہ بیان کردہ خصوصیات کے نتائج وثمرات

*۱-اللہ رب العالمین کی بندگی کا حصول،اور بندوں کی غلامی سے آزادی۔

*۲-اللہ رب العالمین کے رسول کے اتباع پر عمل درآمد،اور بدعت واہل بدعت سے آزادی۔

*۳- اللہ حکمت والے خالق ومدبر سے ربط وتعلق کے ذریعہ نفسیاتی راحت،دلی سکون کا حصول۔

*۴-فکری قناعت، عقلی بے راہ روی، تناقض وخرافات سے سلامتی۔

*۵-روح اور جسم کی ضروریات کی برآوری،اعتقاد اور چال چلن کے درمیان مکمل کمال یعنی دونوں میں کوئی کمی نہیں۔

واضح رہے کہ موضوع عقیدہ کی فکرمندی ہمیشہ علمائے امت کو دامن گیر رہی،اوراس کی تعلیم اور عمل درآمد کی خاطر انتھک کوشش کرتے رہے،اوراس سلسلے میں کبھی مختصر متن تو کبھی مطول شرح تصنیف فرماتے رہے،اور بسااوقات سلف صالحین کے اجمالی اعتقاد کی وضاحت تو کبھی خاص مسئلہ کی توضیح کرتے ،اور کبھی گمراہ کن بدعتوں اوران کے اہلیان کے ردوابطال میں خامہ فرسائی کرتے ہوئے نظر آتے۔

مسائل اعتقاد کو ذہن سے قریب کرنے کی یہ ادنی کوشش ہے ،اوراس میں مشہور حدیث جبرئیل میں بیان کردہ ایمان کے چھ اصول پر مبنی نبوی ترتیب کا بھرپور رعایت کرتے ہوئے اسی انداز پر مرتب کیاہے، اور صرف دونوں وحی کتاب عزیزاور سنت مطہرہ ہی پراعتماد کیا گیاہے،اور ہر اصل کے ضمن میں اس کے متفرق موضوعات کو بیان کردیا گیاہے ، ساتھ ہی اس موضوع میں راہ حق سے بھٹکے ہوئے لوگوں کی وضاحت اور طوالت پسندی سے بچتے ہوئے ان پر معقول رد بھی کیاہے۔

اس بنیاد پر یہ عقیدہ طوالت اور اختصار کے بیچ ایک اچھی نگارش ہے، سہولت اور وضاحت اس کی ایک ایسی پہچان ہے کہ اس سے مسلمان کا ہر فرد بھرپور استفادہ پر متمکن ہو سکتا ہے،اور آسان عبارت و موضوعی ترتیب کی روشنی میں سلف کے مجمل اعتقاد کے مقصود کو پوری مہارت کے ساتھ حاصل کر سکتا ہے ،اسی کے پیش نظر میں نے اس کتاب کا نام " العقيدة الميسرة من الكتاب العزيز والسنة المطهرة " ''کتاب عزیز اور سنت مطہرہ سے ماخوذ آسان عقیدہ ''رکھا ہے۔

اللہ سے یہی دعا ہے کہ ہمارے اس عمل کو وہ اپنے بندوں کے لئے نفع بخش اور خالص اپنی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ بنادے۔

وصلى اللّٰه وسلم على نبينا محمد ،وعلى آله وصحبه أجمعين.

كتبه: د/ أحمد بن عبدالرحمن القاضي

كلية الشريعة والدراسات الإسلامية ،قسم العقيدة. جامعة القصيم

E.mail.al-aqidah@al-aqidah.com

E.mail:qadisa@yahoo.com

ص. ب (٢٤٦)الرمز البريدي (٥١٩١١)عنيزة

قرآن وحدیث کی روشنی میں آسان عقیدہ

اللہ اور اس کے فرشتوں، اس کی تمام کتابوں، اس کے تمام رسولوں، آخرت کے دن، اور اچھی وبری تقدیر پر ایمان لانا یہی اسلامی عقیدے کی بنیاد اور اساس ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ لَّيۡسَ ٱلۡبِرَّ أَن تُوَلُّواْ وُجُوهَكُمۡ قِبَلَ ٱلۡمَشۡرِقِ وَٱلۡمَغۡرِبِ وَلَٰكِنَّ ٱلۡبِرَّ مَنۡ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ وَٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ وَٱلۡكِتَٰبِ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ ﴾ [البقرة:١٧٧] "ساری اچھائی مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالی پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو"۔

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيۡهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلۡمُؤۡمِنُونَۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ ﴾[البقرة:٢٨٥] . "رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالی کی جانب سے اتری، اور مومن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالی اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے"۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ ءَامِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلۡكِتَٰبِ ٱلَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَٱلۡكِتَٰبِ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ مِن قَبۡلُۚ وَمَن يَكۡفُرۡ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلَٰلَۢا بَعِيدًا ﴾[النساء:١٣٦] " اے ایمان والو! اللہ تعالی پر، اس کے رسول (ﷺ) پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں، ایمان لاؤ، جو شخص اللہ تعالی سے اور اس کے فرشتوں سے، اور اس کی کتابوں سے اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت بڑی دور کی گمراہی میں

ایک دوسری جگہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ [القمر:٤٩].

" بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک (مقررہ) اندازے پر پیدا کیا"۔

آپ ﷺ نے ایمان کے بارے میں جبرئیل علیہ السلام کے سوال پر ان سے یہ فرمایا:

«أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ» " آپ ایمان لائیں اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اور اس کی کتابوں پر، اور اس کے تمام رسولوں پر، اور آخرت کے دن پر، بھلی اور بری تقدیر پر" (مسلم:٨)۔

اللہ پر ایمان

اللہ پر ایمان لانے کا مطلب ہے اس کے موجود ہونے پر پختہ یقین واعتقاد رکھنا اور یہ کہ وہی ہر شئی کا رب ہے، سب کو چھوڑ کر تنہا وہی عبادت کا مستحق ہے، وہ کامل صفات سے متصف اور نقص کی جملہ صفات سے مبرا ہے۔

اللہ پر ایمان چار چیزوں کو شامل ہے

ا-اللہ تعالی کے وجود پر ایمان

*اللہ تعالی کا وجود دنیا میں پائی جانے والی سچائی میں سے سب سے بڑی سچائی ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ هُوَ ٱلْبَٰطِلُ وَأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْعَلِيُّ ٱلْكَبِيرُ ﴾ [الحج:٦٢] ''یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے، اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے، اور بیشک اللہ ہی بلندی والا، کبریائی والا ہے ''۔

اور اللہ کے وجود کو شک کی نظر سے دیکھنا جھوٹ و جہالت ہے، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي ٱللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ [إبراهيم :١٠] ''ان کے رسولوں نے انہیں کہا کہ کیا حق تعالی کے بارے میں تمہیں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے، وہ تو تمہیں اس لئے بلا رہا ہے کہ تمہارے تمام گناہ معاف فرمادے، اور ایک مقررہ وقت تک تمہیں مہلت عطا فرمائے ''۔

اور اللہ کے وجود کا انکار کرنا تکبر، ظلم اور کفر ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا: ﴿ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ أَنزَلَ هَٰٓؤُلَآءِ إِلَّا رَبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ بَصَآئِرَ وَإِنِّى لَأَظُنُّكَ يَٰفِرْعَوْنُ مَثْبُورًا ﴾[الإسراء:۱۰۲] ''موسی نے جواب دیا کہ یہ تو تجھے علم ہو چکا ہے کہ آسمان وزمین کے پروردگار ہی نے یہ معجزے دکھانے، سمجھانے کو نازل فرمائے ہیں، اے فرعون! میں تو سمجھ رہا ہوں کہ تو یقینا برباد و ہلاک کیا گیا ہے''۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالی نے یوں فرمایا: ﴿ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٢٣﴾ قَالَ رَبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَآ ۖ إِن كُنتُم مُّوقِنِينَ ﴿٢٤﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُۥٓ أَلَا تَسْتَمِعُونَ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ ءَابَآئِكُمُ ٱلْأَوَّلِينَ ﴿٢٦﴾ قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمُ ٱلَّذِىٓ أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ﴿٢٧﴾ قَالَ رَبُّ ٱلْمَشْرِقِ وَٱلْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَآ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٢٨﴾ قَالَ لَئِنِ ٱتَّخَذْتَ إِلَٰهًا غَيْرِى لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ ٱلْمَسْجُونِينَ ﴿٢٩﴾ ﴾ [الشعراء:۲۳-۲۹] ''فرعون نے کہا رب العالمین کیا (چیز) ہے؟*(حضرت) موسی (علیہ السلام) نے فرمایا: وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے، اگر تم یقین رکھنے والے ہو* فرعون نے اپنے ارد گرد والوں سے کہا کہ کیا تم سن نہیں رہے ہو؟* موسی علیہ السلام نے فرمایا وہ تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا پروردگار ہے * فرعون نے کہا (لوگو!) تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے یہ تو یقینا دیوانہ ہے* موسی (علیہ السلام) نے فرمایا: وہی مشرق ومغرب کا اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے، اگر تم عقل رکھتے ہو* فرعون کہنے لگا سن لے! اگر تونے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے قیدیوں میں ڈال دوں گا''۔

وہ چند امور جو اللہ کے وجود کا پتہ دیتے ہیں
(اللہ کے وجود کی دلیلیں)

ا- فطرت سلیمہ

فطرت سلیم سے مراد وہ عقل و فطرت ہے جس پر انسان کی پیدائش ہوئی ہے، اور وہ کسی تعلیم کے نتیجہ میں حاصل نہ ہوئی ہو، جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ ٱللَّهِ ٱلَّتِى فَطَرَ ٱلنَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ [الروم: ٣٠]"پس آپ یکسو ہو کر اپنا منھ دین کی طرف متوجہ کر دیں، اللہ تعالی کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالی کے بنائے کو بدلنا نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے "۔

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلا يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ» " تمام بچے فطرت (اسلام) پر پیدا کئے جاتے ہیں، پھر ان کے والدین انہیں یہودی، یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں"(بخاری:١٣٥٨)۔اور مسلم کی روایت کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں: «مَا مِنْ مَوْلُودٍ يُولَدُ إِلا وَهُوَ عَلَى الْمِلَّةِ»" ہر پیدا ہونے والا بچہ ملت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے" ایک روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں: «إِلا عَلَى هَذِهِ الْمِلَّةِ، حَتَّى يُبَيِّنَ عَنْهُ لِسَانُهُ»-"ہر بچہ اسی ملت پہ پیدا ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس کے متعلق اس کی زبان بیان کر دے"۔

ایک اور روایت جس کے الفاظ اس طرح ہیں: «لَيْسَ مِنْ مَوْلُودٍ يُولَدُ إِلا عَلَى هَذِهِ الْفِطْرَةِ، حَتَّى يُعَبِّرَ عَنْهُ لِسَانُهُ»"کوئی بھی بچہ اسی فطرت پر پیدا ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس کی زبان اس کے بارے میں وضاحت کر دے "(مسلم:٢٦٥٨)۔

معلوم ہوا کہ تمام مخلوق اپنی اصل فطرت پر برقرار رہتی ہے، اور اس کے دل میں اللہ کے موجود ہونے کا ایمان اس وقت تک پایا جاتا ہے جب تک کہ اس فطرت کے خلاف کوئی ایسی چیز رونما ہو جائے جو اس میں خرابی برپا کر دے، اللہ تعالی نے ایک حدیث قدسی میں اس کی وضاحت اس طرح کی ہے: «إِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ، وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ»

"میں نے اپنے تمام بندوں کو مسلمان پیدا کیا، لیکن ان کے پاس شیطان آکر انہیں ان کے دین سے دور اڑا لے گیا" (مسلم:٢٦٦٥)۔

اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کی فطرت پر شکوک وشبہات اور شہوات کا پردہ زنگ آلود ہو جاتا ہے لیکن مشکل کی گھڑیوں میں اور بحرانی کیفیت کے رونما ہونے کے وقت اس کے تمام حقائق آشکارا ہو جاتے ہیں، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿ فَإِذَا رَكِبُوا۟ فِى ٱلْفُلْكِ دَعَوُا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ فَلَمَّا نَجَّىٰهُمْ إِلَى ٱلْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ﴾ [العنكبوت:٦٥]" پس یہ لوگ جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالی ہی کو پکارتے ہیں، اس کے لئے عبادت کو خالص کر کے، پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں"۔

۲- عقل صریح

ایسی عقل صریح جو شکوک وشبہات اور شہوتوں سے محفوظ ہو، کیونکہ وہ قطعی فیصلہ دیتی ہے کہ کائنات کی جملہ مخلوقات بغیر کسی پیدا کرنے والے کے وجود پذیر نہیں ہو سکتیں کیونکہ بغیر خالق کے اتفاقا کسی چیز کا وجود میں آنا ناممکن ہی نہیں بلکہ محال ہے، اور اس کا بھی امکان ممکن نہیں کہ وہ بذات خود وجود میں آجائے، اس لئے کہ جو خود معدوم ہو وہ کسی کو وجود نہیں بخش سکتا، چنانچہ کسی ایجاد کرنے والے خالق کا موجود ہونا لازمی ہے، اور وہی وہ اللہ سبحانہ تعالی کی ذات اقدس ہے۔

اسلام قبول کرنے سے پہلے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بدری قیدیوں کی رہائی کی خاطر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس دن نبی اکرم ﷺ کو مغرب کی نماز میں سورہ طور کی قراءت کرتے ہوئے سنا کہ جب آپ ﷺ اس آیت پر پہنچے ﴿ أَمْ خُلِقُوا۟ مِنْ غَيْرِ شَىْءٍ أَمْ هُمُ ٱلْخَـٰلِقُونَ ﴿٣٥﴾ أَمْ خَلَقُوا۟ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ ۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ عِندَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ ٱلْمُصَيْطِرُونَ ﴾ [الطور: ۳۵-۳۷] ”کیا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے والے) کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا خود پیدا کرنے والے ہیں؟ * کیا انہوں نے ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ یہ یقین نہ کرنے والے لوگ ہیں * یا کیا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں؟ یا (ان خزانوں کے) یہ داروغہ ہیں “۔ تو جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا لگا کہ میرا دل ہی اڑ جائے گا، اور یہ پہلا موقعہ تھا کہ ایمان میرے دل میں سمایا تھا (بخاري: ۴۸۵۴، مسلم: ۴۶۳)۔

دور جاہلیت کے خطیب العرب قس بن ساعدہ الایادی صراحت عقل سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مینگنی اونٹ کے وجود کا پتہ دیتی ہے، نشان پا کسی گذرنے والے کو بتاتی ہے، یہ برجوں والے آسمان،

۳-اعتراف شدہ احساس

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ سَنُرِيهِمْ ءَايَٰتِنَا فِى ٱلْءَافَاقِ وَفِىٓ أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ ﴾ [فصلت: ۵۳] ''عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق عالم میں بھی دکھائیں گے، اور خود ان کی اپنی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ حق یہی ہے ''۔

اور اس کی مختلف شکلیں ہیں، چند ایک کا تذکرہ کیا جارہا ہے، جیسے:

۱-انبیاء کرام کی نشانیاں اور معجزات۔

۲-اولیاء اور صالحین کی کرامات۔

۳-دعا کرنے والوں کی دعاؤں کی قبولیت۔

اللہ تعالی نے اپنے نبی نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿ فَدَعَا رَبَّهُۥٓ أَنِّى مَغْلُوبٌ فَٱنتَصِرْ ﴿١٠﴾ فَفَتَحْنَآ أَبْوَٰبَ ٱلسَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿١١﴾ وَفَجَّرْنَا ٱلْأَرْضَ عُيُونًا فَٱلْتَقَى ٱلْمَآءُ عَلَىٰٓ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿١٢﴾ وَحَمَلْنَٰهُ عَلَىٰ ذَاتِ أَلْوَٰحٍ وَدُسُرٍ ﴿١٣﴾ تَجْرِى بِأَعْيُنِنَا جَزَآءً لِّمَن كَانَ كُفِرَ ﴾ [القمر: ۱۰-۱۴] '' پس اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں بے بس ہوں تو میری مدد کر * پس ہم نے آسمان کے دروازوں کو زور کے مینہ سے کھول دیا * اور زمین سے چشموں کو جاری کر دیا پس اس کام کے لئے جو مقدر کیا گیا تھا (دونوں) پانی جمع ہو گئے * اور ہم نے اسے تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر سوار کر لیا * جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی، بدلہ اس کی طرف سے جس کا کفر کیا گیا تھا ''۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿ وَأَزْلَفْنَا ثَمَّ ٱلْءَاخَرِينَ ﴿٦٤﴾ وَأَنجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُۥٓ أَجْمَعِينَ ﴿٦٥﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا ٱلْءَاخَرِينَ ﴿٦٦﴾ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴾ [الشعراء: ٦٣-٦٧] ''ہم نے موسی کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنی لاٹھی مار، پس اسی وقت دریا پھٹ گیا اور ہر ایک حصہ پانی کا مثل بڑے پہاڑ کے ہو گیا * اور ہم نے اسی جگہ دوسروں کو نزدیک لا کھڑا کر دیا * اور موسی (علیہ السلام) کو اور اس کے تمام ساتھیوں کو نجات دے دی * پھر اور سب دوسروں کو ڈبو دیا * یقیناً اس میں بڑی عبرت ہے اور ان میں کے اکثر لوگ ایمان والے نہیں ''۔

اللہ تعالی نے اپنے نبی عیسی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ أَنِّى قَدْ جِئْتُكُم بِـَٔايَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ أَنِّىٓ أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ ٱلطِّينِ كَهَيْـَٔةِ ٱلطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًۢا بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۖ وَأُبْرِئُ ٱلْأَكْمَهَ وَٱلْأَبْرَصَ وَأُحْىِ ٱلْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۖ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِى بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴾ [آل عمران: ٤٩] ''اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو گا کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانیاں لایا ہوں، میں تمہارے لئے پرندے کی شکل کی طرح مٹی کا پرندہ بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالی کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالی کے حکم سے میں مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور جو کچھ تم کھاؤ اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرو میں تمہیں بتا دیتا ہوں، اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو ''۔

اور اس جیسی بہت ساری مثالیں ہمارے نبی محمد ﷺ کو پیش آئیں، جیسا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ایک شخص جمعہ کے دن دار القضاء کی جانب واقع دروازے سے مسجد میں داخل ہوا، اور رسول اکرم ﷺ کھڑے ہو کر جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے کہ اسی حالت میں یہ شخص رسول اللہ ﷺ کے روبرو کھڑا ہو کر فرمایا: اے اللہ کے رسول! اموال (جانور) تباہ ہو گئے، راستے منقطع ہو گئے، تو آپ ہمارے لئے اللہ سے بارش برسانے کی دعا فرمادیں، اتنے میں رسول اللہ ﷺ نے دعا کی خاطر اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے، اور اللہ سے یہ فریاد کی: اے اللہ! ہم پر بارش برسا، اے اللہ! ہم پر بارش برسا، اے اللہ! ہم پر بارش برسا، انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم ہم نے تو آسمان میں کوئی ابر نہ دیکھا اور نہ ہی کوئی ابر کا ٹکڑا، اور ہمارے اور سلع پہاڑی کے درمیان نہ تو کوئی مکان اور نہ ہی کوئی گھر حائل تھا یعنی آسمان بالکل صاف نظر آرہا تھا، انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اسی دوران سلع پہاڑی کے پیچھے سے ڈھال نما ابر باراں کا ایک ٹکڑا رونما ہوا، اور بیچ آسمان پہنچ کر وہ منتشر ہو گیا، اور برسنا شروع کر دیا، تو پھر اللہ کی قسم! ایک ہفتے تک ہم نے دھوپ نہ دیکھا، اس کے بعد اسی دروازے سے جمعہ کے دن ایک شخص آیا، اور رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ جمعہ فرما رہے تھے، کھڑے کھڑے وہ شخص آپ کے سامنے آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! اموال (جانور) تباہ ہو گئے، راستے منقطع ہو گئے، تو آپ ہمارے لئے اللہ سے بارش روکنے کی دعا فرمادیں، اتنے میں رسول اللہ ﷺ نے دعا کی خاطر اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے، اور اللہ سے یہ فریاد کی: اے اللہ! ہمارے چاروں طرف برسا اور ہم پر نہ برسا، اے اللہ! ٹیلوں، ٹیکریوں اور نالوں کے نشیب میں، درخت اگنے کی جگہوں میں برسا، انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اسی وقت ابر کھل گیا، اور ہم نکل کر دھوپ میں چلنے لگ گئے۔ (بخاري: ۱۰۱۴، مسلم: ۸۹۷)۔

اور عمومی طور پر اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ ٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَـٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴾ [النمل:٦٢] ”بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے، کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے، کیا اللہ تعالی کے ساتھ اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت و عبرت حاصل کرتے ہو“۔

رسولوں کی بہت ساری نشانیاں، دعا کرنے والوں کی دعا کی قبولیت، مصیبت زدہ کی فریاد، یہ تمام کی تمام محسوس کی جانے والی دلیلیں ہیں جسے لوگوں کی ایک جماعت نے اچھی طرح جانا و سمجھا ہے، جو ان رسولوں کے بھیجنے والے، اور ان کی دعاؤں کے قبول کرنے والے، اور ان کی فریاد سننے والے کے وجود کی کھلی اور یقینی گواہی دے رہے ہیں، اور وہ اللہ سبحانہ کی ذات ہے۔

۴- صحیح شریعت

شرع صحیح کا مطلب ہے قرآن و صحیح سنت سے ثابت شدہ امر، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ ٱلْقُرْءَانَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ ٱللَّهِ لَوَجَدُوا۟ فِيهِ ٱخْتِلَـٰفًا كَثِيرًا ﴾ [النساء:٨٢] ”کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ تعالی کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقینا اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے“۔

ایک دوسری جگہ اللہ نے فرمایا: ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَكُم بُرْهَـٰنٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ﴾ [النساء:١٧٤] ”اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے سند اور دلیل آپہنچی اور ہم نے تمہاری جانب واضح اور صاف نور اتار دیا ہے“۔

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡكُم مَّوۡعِظَةٞ مِّن رَّبِّكُمۡ وَشِفَآءٞ لِّمَا فِي ٱلصُّدُورِ وَهُدٗى وَرَحۡمَةٞ لِّلۡمُؤۡمِنِينَ﴾ [یونس:٥٧] ”اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لیے شفا ہے، اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے “۔

ایک دوسری جگہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿أَوَلَمۡ يَكۡفِهِمۡ أَنَّآ أَنزَلۡنَا عَلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ يُتۡلَىٰ عَلَيۡهِمۡۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحۡمَةٗ وَذِكۡرَىٰ لِقَوۡمٖ يُؤۡمِنُونَ﴾ [العنکبوت:٥١] ”کیا انہیں یہ کافی نہیں؟ کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمادی جو ان پر پڑھی جارہی ہے، اس میں رحمت (بھی) ہے اور نصیحت (بھی) ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں“۔

جن ثابت شدہ غیبی معلومات، عقائد صحیحہ، عدل کرنے والی شریعتیں، اور پائیدار اخلاق کا تذکرہ قرآن عظیم کر رہا ہے وہ اس بات کی بین ثبوت ہے کہ یہ سب اللہ ہی کی جانب سے ہے، مخلوقات میں سے کسی سے ایسا ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔

یہی اصل وجہ ہے کہ حقیقت میں کسی بھی انسان نے اللہ کے وجود کے انکار کرنے کی جرات نہیں کی، ہاں دور قدیم وجدید کے چند قسم کے ملحدوں نے اس کے خلاف زور آزمائی کی کوشش کی، درج ذیل سطور میں اس حقیقت سے پردہ اٹھایا جارہا ہے:

دور قدیم وجدید میں اللہ کے وجود کے منکرین

۱-Atheist (دہریے)

یہ وہی دہریے فلاسفہ ہیں جو کائنات کے قدیم اور ازلی ہونے کے قائل ہیں، اور انہیں جیسے دور حاضر میں ایک گروہ ہے جسے نئے بے دین کے نام سے جانا جاتا ہے۔

دہریوں کے نظریات کچھ اس طرح ہیں، جیسا کہ اللہ نے وضاحت کی ہے:

﴿وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ﴾ [الجاثية: ٢٤] ’’ہماری زندگی تو صرف دنیا کی زندگی ہی ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں، اور ہمیں صرف زمانہ ہی مار ڈالتا ہے، (دراصل) انہیں اس کا کچھ علم ہی نہیں، یہ تو صرف (قیاس اور) اٹکل سے ہی کام لے رہے ہیں‘‘۔

دہریوں کا یہ خیال ہے کہ کائنات کا نظام خود بخود چلتا ہے، اور یہ کائنات قدیم، اور ازلی و ابدی ہے، ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ پیٹوں سے لوگ نکل کر آرہے ہیں (پیدا ہو رہے ہیں) اور زمین انہیں نگل جا رہی ہے (وہ مر رہے ہیں) اور زمانہ ہمیں یوں ہی ہلاک کرتا رہتا ہے، اپنے انہیں نظریات وافکار کی بنا پر انہوں نے مخلوقات کو خالق سے دور کر دیا، ان کے ان نظریات وعقائد کی تردید اللہ نے قرآن کریم کی اس آیت سے فرمائی: ﴿وَمَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ﴾ ’’انہیں اس کا کچھ علم ہی نہیں‘‘ نہ تو یہ عقل کی بات ہے اور نہ ہی نقل کی، اور نہ ہی اس کا تعلق احساس سے ہے اور نہ ہی فطرت سے، بلکہ یہ صرف اٹکل پچو مارنا اور توہم کا شکار ہونا ہے، جیسے کہ اللہ نے آیت کے اس ٹکڑے سے وضاحت کردی: ﴿إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ﴾ ’’یہ تو صرف (قیاس اور) اٹکل سے ہی کام لے رہے ہیں‘‘۔

۲-Naturalist(مادہ پرست)

ان کا نظریہ یہ ہے کہ کائنات کا وجود فطرت کے نتیجے میں ہے، یعنی کائنات میں پائے جانے والے پیڑ پودے، یا جانور، یا جمادات اور ان کی الگ الگ خصوصیات، اور ان کے کیمیائی اجزاء سے ملکر خود وجود پذیر ہو گئے اور حرکت میں آ گئے، یعنی ان کا کوئی خالق نہیں ہے، بلکہ کائنات کے انہیں اجزاء کے ترکیبی تاثیر کا نتیجہ ہے، مطلب یہ ہے کہ کائنات خود اپنے آپ کا موجد و خالق ہے۔

ان کے اس نظریہ کی تردید تو بالکل بدیہی ہے، اس طور سے کہ ایک شئی آن واحد میں خالق بھی ہو اور مخلوق بھی ایسا تو ممکن نہیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ أَمْ خُلِقُوا۟ مِنْ غَيْرِ شَىْءٍ أَمْ هُمُ ٱلْخَٰلِقُونَ ﴾ [الطور:۳۵] ''کیا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے والے) کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟ ''۔

کائنات کے وجود کا جس فطرت کو سبب گردانا جا رہا ہے حقیقت میں وہ تمام کے تمام جمادات ہیں، جو بہرے، اندھے، گونگے ہیں، وہ سوجھ بوجھ اور قوت احساس سے بالکل عاری ہیں، تو بھلا یہ زندہ، سننے و دیکھنے، بولنے اور احساس کرنے، اور الم و امل (امید) کا شعور رکھنے والی مخلوقات کو کیسے وجود بخش سکتے ہیں؟ کیونکہ جو خود ہی محتاج ہو وہ غیر کو کیا دے سکتا ہے۔

۳-کائنات کو اتفاقیہ وجود پذیر کہنے والے

ان لوگوں کے خیال میں کائنات صرف ایک اتفاقی طریقے سے وجود میں آئی ہے، وہ اس طرح سے کہ کائنات کے مختلف ذرات اور اجزاء کے کیمیائی عمل سے گذر کر اتفاقی طور پر زندگی نمود ہو گئی اور قسمہا قسم کی مخلوقات بن گئیں، اس میں نہ تو کسی تدبیر کا دخل ہے اور نہ ہی اس تعلق سے پہلے کوئی حکم نافذ کیا گیا ہے

، حالانکہ کائنات کے وجود کے تعلق سے اس گروہ کے نظریات وخیالات تو صرف ان کے اس دعوی کا تصور ہی اس کے ساقط اور ناقابل التفات ہونے کے لئے کافی ہے، اس لئے کہ دقت خلقت، اس کے انوکھے نظام، اور ایک پے درپے طریقے پر اس کا جاری وساری رہنا، اور مضبوط توازن کا برقرار رہنا اس کے اتفاقیہ وجود پذیر ہونے کے افکار و نظریات کو سرے سے خارج کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ﴾ [النمل:۸۸] ’’یہ صناعت اللہ کی جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے ‘‘۔

ایک اور جگہ اللہ نے فرمایا: ﴿ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴾ [الطلاق:۱۲] ’’اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور اسی کے مثل زمینیں بھی، اس کا حکم ان کے درمیان اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور اللہ تعالی نے ہر چیز کو باعتبار علم گھیر رکھا ہے ‘‘۔

۴- وجود کائنات پر (Communist) کمیونسٹ کا نظریہ

کمیونسٹ اصل میں کارل مارکس کے پیروکار ہیں، ان کا اعتقاد ہے: کوئی معبود ہی نہیں، اور زندگی ایک مادہ ہے۔

جب کمیونسٹوں نے اپنی حکومت (Soviet Union) کی بنیاد اس گرتے ہوئے ندی کے دھانے پر اور اس اعتقاد باطل پر ڈالی تو انتہائی کم مدت میں وہ حکومت ڈھ گئی، اور متعدد چھوٹے چھوٹے ملکوں میں منقسم گئی۔

۵-تاریخی پس منظر میں یکے دکے افراد

جیسے کہ فرعون نے رب کے انکار کے ساتھ آواز بلند کی،اور کچھ یوں کہا :﴿وَمَا رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴾ [الشعراء:۲۳]'' اور رب العالمین کیا چیز ہے؟''۔

اوراس کے بعد اس نے خود اپنے لئے ہی رب ہونے کا دعوی کرلیا اور کہا:﴿ أَنَا۠ رَبُّكُمُ ٱلْأَعْلَىٰ ﴾ [النازعات:۲٤]'' تم سب کا اعلی رب میں ہی ہوں''۔

پھر فرعون نے حد سے تجاوز کرتے ہوئے اپنے لئے الوہیت کا دعوی کر بیٹھا،اور کچھ اس طرح کہا:﴿مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِى ﴾ [القصص:۳۸]''میں تو اپنے سوا کسی کو تمہارا معبود نہیں جانتا ''۔

اور موسی علیہ السلام کو دھمکاتے ہوئے یوں کہا:

﴿قَالَ لَئِنِ ٱتَّخَذْتَ إِلَٰهًا غَيْرِى لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ ٱلْمَسْجُونِينَ ﴾ [الشعراء:۲۹]'' اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے قیدیوں میں ڈال دوں گا''۔

اور نمرود جیسوں نے ابراہیم علیہ السلام سے ان کے رب کے متعلق حجت بازی کی،اللہ نے اسے اس طرح بیان کیا ہے:﴿إِذْ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ رَبِّىَ ٱلَّذِى يُحْىِۦ وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا۠ أُحْىِۦ وَأُمِيتُ ۖ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ فَإِنَّ ٱللَّهَ يَأْتِى بِٱلشَّمْسِ مِنَ ٱلْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ ٱلْمَغْرِبِ فَبُهِتَ ٱلَّذِى كَفَرَ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴾ [البقرة:۲۵۸]'' جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے، وہ کہنے لگا میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں، ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا اللہ تعالی سورج

کو مشرق کی طرف سے لے آتا ہے تو اسے مغرب کی طرف سے لے آ،اب تو وہ کافر بھونچکارہ گیا،اور اللہ تعالی ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا“۔

یہ تمام کے تمام اپنے ہی دلوں کے خلاف الٹا کرتے رہے،اور اپنی ہی فطرت کا انکار کرتے رہے، جیسا کہ اللہ کا بیان ہے:﴿وَجَحَدُوا۟ بِهَا وَٱسْتَيْقَنَتْهَآ أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ۚ فَٱنظُرْ كَيْفَ كَانَ عَـٰقِبَةُ ٱلْمُفْسِدِينَ﴾ [النمل:١٤]

”انہوں نے انکار کر دیا، حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے صرف ظلم اور تکبر کی بنا پر، پس دیکھ لیجئے کہ ان فتنہ پرداز لوگوں کا انجام کیسا کچھ ہوا “۔

یہی وجہ ہے ان میں سے کوئی بھی قائم رہنے والا نہ تو قائم رہ سکا اور نہ ہی ان میں سے کوئی بچ سکا۔

۲-اللہ کے رب ہونے پر ایمان

ربوبیت پر ایمان لانے کا مطلب یہ پختہ یقین ہے کہ اللہ تعالی تنہا واکیلا ہے، وہی رب ہے، وہی خالق اور مالک ہے، وہی حکم کرنے والا ہے، اور رب کا معنی ہے: وہ آقا، مالک، اور تصرف کرنے والا، جو اپنی نعمت سے سارے جہان کی پرورش کرنے والا، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ قَالَ فَمَن رَّبُّكُمَا يَٰمُوسَىٰ ﴿٤٩﴾ قَالَ رَبُّنَا ٱلَّذِيٓ أَعۡطَىٰ كُلَّ شَيۡءٍ خَلۡقَهُۥ ثُمَّ هَدَىٰ ﴾ [طه:٤٩-٥٠] ”فرعون نے پوچھا کہ اے موسی! تم دونوں کا رب کون ہے ؟* جواب دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر ایک کو اس کی خاص صورت، شکل عنایت فرمائی، پھر راہ سجھادی“۔

تین چیزوں پر ربوبیت کا محور قائم ہے

۱- خلق (پیدائش)

اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے، اور اس کے سوا جتنی چیزیں ہیں سب مخلوق ہیں، جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿ ٱللَّهُ خَٰلِقُ كُلِّ شَيۡءٖۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ وَكِيلٞ ﴾ [الزمر:٦٢]

”اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے “۔

ایک اور مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿ وَخَلَقَ كُلَّ شَيۡءٖ فَقَدَّرَهُۥ تَقۡدِيرٗا ﴾ [الفرقان:٢] ”اور ہر چیز کو اس نے پیدا کر کے ایک مناسب اندازہ ٹھہرا دیا ہے “۔

اور تخلیق کی نسبت جو اللہ کے علاوہ کی طرف کی گئی ہے تو حقیقت میں وہ نسبتی ہے، جس کا مطلب تشکیل، تالیف اور تقدیر ہے، اس کا قطعا مطلب عدم سے وجود میں لانا نہیں ہے، جیسا کہ اللہ نے اپنے اس فرمان

میں وضاحت کی ہے: ﴿فَتَبَارَكَ ٱللَّهُ أَحۡسَنُ ٱلۡخَٰلِقِينَ﴾ [المؤمنون:١٤] ”برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے“۔

٢-ملک (بادشاہت)

اللہ ہی سب کا مالک و بادشاہ ہے، اور اس کے علاوہ جتنے ہیں سب اس کے بندے اور غلام ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿أَلَمۡ تَعۡلَمۡ أَنَّ ٱللَّهَ لَهُۥ مُلۡكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۗ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ مِن وَلِيّٖ وَلَا نَصِيرٍ﴾ [البقرة:١٠٧] ”کیا تجھے علم نہیں کہ زمین و آسمان کا ملک اللہ ہی کے لئے ہے، اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی ولی اور مددگار نہیں“۔

اللہ نے دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَلِلَّهِ مُلۡكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۗ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٌ﴾ [آل عمران:١٨٩] ”آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے، اور اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے“۔

اللہ نے دوسری جگہ فرمایا:

﴿قُلِ ٱللَّهُمَّ مَٰلِكَ ٱلۡمُلۡكِ تُؤۡتِي ٱلۡمُلۡكَ مَن تَشَآءُ وَتَنزِعُ ٱلۡمُلۡكَ مِمَّن تَشَآءُ﴾ [آل عمران:٢٦] ”آپ کہہ دیجیئے، اے اللہ! اے تمام جہان کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے“۔

اللہ نے دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَلَمۡ يَكُن لَّهُۥ شَرِيكٞ فِي ٱلۡمُلۡكِ﴾ [الإسراء:١١١]

”اور نہ ہی اپنی بادشاہت میں کسی کو شریک وساجھی رکھتا ہے“۔

اللہ نے دوسری جگہ فرمایا:﴿ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمۡ لَهُ ٱلۡمُلۡكُۚ وَٱلَّذِينَ تَدۡعُونَ مِن دُونِهِۦ مَا يَمۡلِكُونَ مِن قِطۡمِيرٍ﴾ [فاطر:١٣]" یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا، اسی کی سلطنت ہے، جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں"۔

اوراس کے سوا جس کسی کی طرف ملکیت و بادشاہت کی نسبت کی گئی ہے وہ نسبتی، وقتی اور جزئی ہے، جیسا کہ اللہ نے اس آیت میں اس کی وضاحت کی ہے:﴿يَٰقَوۡمِ لَكُمُ ٱلۡمُلۡكُ ٱلۡيَوۡمَ ظَٰهِرِينَ فِي ٱلۡأَرۡضِ﴾ [غافر:٢٩]" اے میری قوم کے لوگو! آج تو بادشاہت تمہاری ہے کہ اس زمین پر تم غالب ہو"۔

اللہ نے دوسری جگہ فرمایا:﴿أَوۡ مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُمۡۚ﴾ [النساء:٣]" یا تمہاری ملکیت کی لونڈی"۔

اور رہی بات مطلق کامل بادشاہت وملکیت کی تو وہ صرف ایک اللہ ہی کی ہے، جیسا کہ اس کا فرمان ہے:﴿إِنَّا نَحۡنُ نَرِثُ ٱلۡأَرۡضَ وَمَنۡ عَلَيۡهَا وَإِلَيۡنَا يُرۡجَعُونَ﴾ [مريم:٤٠]"خود زمین کے اور تمام زمین والوں کے وارث ہم ہی ہوں گے اور سب لوگ ہماری ہی طرف لوٹا کر لائے جائیں گے"۔

۳-امر (حکم)

اللہ ہی حاکم ہے، اور اس کے سوا جتنے ہیں سب کے سب محکوم ہیں، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

﴿قُلۡ إِنَّ ٱلۡأَمۡرَ كُلَّهُۥ لِلَّهِۗ﴾ [آل عمران:١٥٤]"آپ کہہ دیجئے کہ کام کل کا کل اللہ کے اختیار میں ہے"۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا:﴿أَلَا لَهُ ٱلۡخَلۡقُ وَٱلۡأَمۡرُۗ تَبَارَكَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلۡعَٰلَمِينَ﴾ [الأعراف:٥٤]" یادرکھو! اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا، بڑی خوبیوں سے بھرا ہوا ہے اللہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے"۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ وَقُضِىَ ٱلۡأَمۡرُۚ وَإِلَى ٱللَّهِ تُرۡجَعُ ٱلۡأُمُورُ ﴾ [البقرة:٢١٠] ”اور کام انتہا تک پہنچا دیا جائے، اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹائے جاتے ہیں“۔

اور اللہ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو فرمایا: ﴿ لَيۡسَ لَكَ مِنَ ٱلۡأَمۡرِ شَيۡءٌ ﴾ [آل عمران:١٢٨] ”اے پیغمبر! آپ کے اختیار میں کچھ نہیں“۔

تو بھلا آپ ہی بتائیں اس شخص کے متعلق جو آپ سے کم تر ہے، (تو بھلا اس کے اختیار میں کیا ہو سکتا ہے) جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿ لِلَّهِ ٱلۡأَمۡرُ مِن قَبۡلُ وَمِنۢ بَعۡدُۚ ﴾ [الروم:٤] ”اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی اختیار اللہ تعالی ہی کا ہے“۔

اپنی مخلوق میں وہ تنہا حاکم ہے، اور رہی بات جو حکم اس کے علاوہ کی طرف اضافت کی گئی ہے جیسے اللہ کے اس قول میں ﴿ فَٱتَّبَعُوٓاْ أَمۡرَ فِرۡعَوۡنَۖ وَمَآ أَمۡرُ فِرۡعَوۡنَ بِرَشِيدٖ ﴾ [هود:٩٧] ”پھر بھی ان لوگوں نے فرعون کے احکام کی پیروی کی، اور فرعون کا کوئی حکم درست تھا ہی نہیں“، تو وہ نسبتی حکم ہے جو اللہ کی مشیئت کے ضمن میں ہے، اگر وہ چاہے تو اسے پاس کر دے یا چاہے تو اسے رد کر دے۔

اور اللہ سبحانہ تعالی کا حکم دنیا و دین دونوں کے حکم کو شامل ہے، دنیا کا حکم تو بہر صورت نافذ ہو کر رہتا ہے، جو اس کی مشیئت سے جڑا رہتا ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ إِنَّمَآ أَمۡرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيۡـًٔا أَن يَقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴾ [يس:٨٢] ”وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرما دینا (کافی ہے) کہ ہو جا، وہ اسی وقت ہو جاتی ہے“۔

اور رہی بات اس کے شرعی حکم کی تو وہ محل آزمائش ہے، اور وہ بھی محبت الٰہی سے جڑا ہوا ہے، وہ کبھی واقع ہو سکتا ہے اور کبھی نہیں بھی ہو سکتا ہے، اور یہ سارے کے سارے اس کے عمومی مشیئت میں داخل ہیں، جیسا کہ اس کا فرمان ہے: ﴿لِمَن شَآءَ مِنكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ ﴿٢٨﴾ وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ﴾ [التکویر:٢٨-٢٩] "(بالخصوص) اس کے لئے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے * اور تم بغیر پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے"۔

خلق، ملک، اور امر انہیں تینوں بنیادی صفات ربوبیت سے باقی جملہ صفات ربوبیت آکر مل جاتی ہیں جیسے رزق، مارنا، جلانا، بخشنا، بارش نازل کرنا، زمین سے پیڑ پودے اگانا، ہوائیں چلانا، کشتی چلانا، شب و روز کا آنا جانا، حمل قرار پانا، بچے کی پیدائش، تندرستی و بیماری، عزت و ذلت وغیرہ۔

اللہ سبحانہ تعالی کی ربوبیت پر ایمان لانا فطرت میں داخل ہے، بڑی وضاحت کے ساتھ عقل کا ادراک ہے، کائنات میں اسے محسوس کیا جاتا ہے، اور اس کے متعلق وافر مقدار میں آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ موجود ہیں ،ذیل کے سطور میں قرآن کریم کی چند آیتیں بطور دلیل پیش کی جارہی ہیں:

*﴿إِنَّ فِي خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱخْتِلَٰفِ ٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ وَٱلْفُلْكِ ٱلَّتِي تَجْرِي فِي ٱلْبَحْرِ بِمَا يَنفَعُ ٱلنَّاسَ وَمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مِن مَّآءٍ فَأَحْيَا بِهِ ٱلْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِن كُلِّ دَآبَّةٍ وَتَصْرِيفِ ٱلرِّيَٰحِ وَٱلسَّحَابِ ٱلْمُسَخَّرِ بَيْنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ [البقرة:١٦٤] "آسمانوں اور زمین کی پیدائش، رات دن کا ہیر پھیر، کشتیوں کا لوگوں کو نفع دینے والی چیزوں کو لئے ہوئے سمندروں میں چلنا، آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو زندہ کر دینا، اس میں ہر قسم کے جانوروں کو پھیلا دینا، ہواؤں کے رخ بدلنا، اور بادل جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں، ان میں عقلمندوں کے لئے (قدرت الٰہی) کی نشانیاں ہیں"۔

*﴿تُولِجُ ٱلَّيۡلَ فِي ٱلنَّهَارِ وَتُولِجُ ٱلنَّهَارَ فِي ٱلَّيۡلِۖ وَتُخۡرِجُ ٱلۡحَيَّ مِنَ ٱلۡمَيِّتِ وَتُخۡرِجُ ٱلۡمَيِّتَ مِنَ ٱلۡحَيِّۖ وَتَرۡزُقُ مَن تَشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٖ﴾ [آل عمران:۲۷] ''تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں لے جاتا ہے، تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرتا ہے، اور تو جاندار سے بے جان پیدا کرتا ہے، تو ہی ہے کہ جسے چاہتا ہے بے شمار روزی دیتا ہے''۔

*﴿إِنَّ ٱللَّهَ فَالِقُ ٱلۡحَبِّ وَٱلنَّوَىٰۖ يُخۡرِجُ ٱلۡحَيَّ مِنَ ٱلۡمَيِّتِ وَمُخۡرِجُ ٱلۡمَيِّتِ مِنَ ٱلۡحَيِّۚ ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُۖ فَأَنَّىٰ تُؤۡفَكُونَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ ٱلۡإِصۡبَاحِ وَجَعَلَ ٱلَّيۡلَ سَكَنٗا وَٱلشَّمۡسَ وَٱلۡقَمَرَ حُسۡبَانٗاۚ ذَٰلِكَ تَقۡدِيرُ ٱلۡعَزِيزِ ٱلۡعَلِيمِ ﴿٩٦﴾ وَهُوَ ٱلَّذِي جَعَلَ لَكُمُ ٱلنُّجُومَ لِتَهۡتَدُواْ بِهَا فِي ظُلُمَٰتِ ٱلۡبَرِّ وَٱلۡبَحۡرِۗ قَدۡ فَصَّلۡنَا ٱلۡأٓيَٰتِ لِقَوۡمٖ يَعۡلَمُونَ ﴿٩٧﴾ وَهُوَ ٱلَّذِيٓ أَنشَأَكُم مِّن نَّفۡسٖ وَٰحِدَةٖ فَمُسۡتَقَرّٞ وَمُسۡتَوۡدَعٞۗ قَدۡ فَصَّلۡنَا ٱلۡأٓيَٰتِ لِقَوۡمٖ يَفۡقَهُونَ ﴿٩٨﴾ وَهُوَ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءٗ فَأَخۡرَجۡنَا بِهِۦ نَبَاتَ كُلِّ شَيۡءٖ فَأَخۡرَجۡنَا مِنۡهُ خَضِرٗا نُّخۡرِجُ مِنۡهُ حَبّٗا مُّتَرَاكِبٗا وَمِنَ ٱلنَّخۡلِ مِن طَلۡعِهَا قِنۡوَانٞ دَانِيَةٞ وَجَنَّٰتٖ مِّنۡ أَعۡنَابٖ وَٱلزَّيۡتُونَ وَٱلرُّمَّانَ مُشۡتَبِهٗا وَغَيۡرَ مُتَشَٰبِهٍۗ ٱنظُرُوٓاْ إِلَىٰ ثَمَرِهِۦٓ إِذَآ أَثۡمَرَ وَيَنۡعِهِۦٓۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمۡ لَأٓيَٰتٖ لِّقَوۡمٖ يُؤۡمِنُونَ﴾ [الأنعام:۹۵-۹۹] ''بیشک اللہ تعالی دانا کو اور گٹھلیوں کو پھاڑنے والا ہے، وہ جاندار کو بے جان سے نکال لاتا ہے، اور وہ بے جان کو جاندار سے نکالنے والا ہے، اللہ تعالی یہ ہے، سو تم کہاں الٹے چلے جارہے ہو * وہ صبح کا نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو راحت کی چیز بنایا ہے، اور سورج اور چاند کو حساب سے رکھا ہے، یہ ٹھہرائی بات ہے ایسی ذات کی جو قادر ہے بڑے علم والا * اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا کیا، تاکہ تم ان کے ذریعہ سے اندھیروں میں، خشکی میں اور دریا میں بھی راستہ معلوم کر سکو، بیشک

ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لئے جو خبر رکھتے ہیں * اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے اور ایک جگہ چندے رہنے کی ہے، بیشک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ان لوگوں کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں * اور وہ ایسا ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کے نبات کو نکالا، پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی کہ اس سے ہم اوپر تلے دانے چڑھے ہوئے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے یعنی ان کے گھپے میں سے، خوشے ہیں جو نیچے کو لٹکے جاتے ہیں، اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار کہ بعض ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے، ہر ایک کے پھل کو دیکھو جب وہ پھلتا ہے، اور اس کے پکنے کو دیکھو، ان میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں"۔

*﴿ ٱللَّهُ ٱلَّذِى رَفَعَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ۖ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ ۖ وَسَخَّرَ ٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِى لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ يُدَبِّرُ ٱلْأَمْرَ يُفَصِّلُ ٱلْءَايَٰتِ لَعَلَّكُم بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ ۝٢ وَهُوَ ٱلَّذِى مَدَّ ٱلْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَٰسِىَ وَأَنْهَٰرًا ۖ وَمِن كُلِّ ٱلثَّمَرَٰتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ ٱثْنَيْنِ ۖ يُغْشِى ٱلَّيْلَ ٱلنَّهَارَ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝٣ وَفِى ٱلْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَٰوِرَٰتٌ وَجَنَّٰتٌ مِّنْ أَعْنَٰبٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَآءٍ وَٰحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِى ٱلْأُكُلِ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴾ [الرعد: ٢-٤] "اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کر رکھا ہے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو، پھر وہ عرش پر قرار پکڑے ہوئے ہے، اسی نے سورج اور چاند کو ماتحتی میں لگا رکھا ہے، ہر ایک میعاد معین پر گشت کر رہا ہے، وہی کام کی تدبیر کرتا ہے، وہ اپنے نشانات کھول کھول کر بیان کر رہا ہے کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین

کرلو*اسی نے زمین پھیلا کر بچھادی ہے، اور اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کردی ہیں، اور اس میں ہر قسم کے
پھلوں کے جوڑے دوہرے دوہرے پیدا کردیئے ہیں، وہ رات کو دن سے چھپا دیتا ہے، یقینا غور و فکر
کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں*اور زمین میں مختلف ٹکڑے ایک دوسرے سے لگتے
لگاتے ہیں، اور انگوروں کے باغات ہیں اور کھیت ہیں اور کھجوروں کے درخت ہیں، شاخ دار اور بعض ایسے
ہیں جو بے شاخ ہیں، سب ایک ہی پانی پلائے جاتے ہیں، پھر بھی ہم ایک کو ایک پر پھلوں میں برتری دیتے
ہیں، اس میں عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں"۔

*﴿خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ بِٱلۡحَقِّۚ تَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشۡرِكُونَ ﴿٣﴾ خَلَقَ ٱلۡإِنسَٰنَ
مِن نُّطۡفَةٖ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٞ مُّبِينٞ ﴿٤﴾ وَٱلۡأَنۡعَٰمَ خَلَقَهَاۗ لَكُمۡ فِيهَا دِفۡءٞ وَمَنَٰفِعُ
وَمِنۡهَا تَأۡكُلُونَ ﴿٥﴾ وَلَكُمۡ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسۡرَحُونَ ﴿٦﴾ وَتَحۡمِلُ
أَثۡقَالَكُمۡ إِلَىٰ بَلَدٖ لَّمۡ تَكُونُواْ بَٰلِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ ٱلۡأَنفُسِۚ إِنَّ رَبَّكُمۡ لَرَءُوفٞ رَّحِيمٞ
﴿٧﴾ وَٱلۡخَيۡلَ وَٱلۡبِغَالَ وَٱلۡحَمِيرَ لِتَرۡكَبُوهَا وَزِينَةٗۚ وَيَخۡلُقُ مَا لَا تَعۡلَمُونَ ﴿٨﴾ وَعَلَى ٱللَّهِ
قَصۡدُ ٱلسَّبِيلِ وَمِنۡهَا جَآئِرٞۚ وَلَوۡ شَآءَ لَهَدَىٰكُمۡ أَجۡمَعِينَ ﴿٩﴾ هُوَ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ مِنَ
ٱلسَّمَآءِ مَآءٗۖ لَّكُم مِّنۡهُ شَرَابٞ وَمِنۡهُ شَجَرٞ فِيهِ تُسِيمُونَ ﴿١٠﴾ يُنۢبِتُ لَكُم بِهِ ٱلزَّرۡعَ
وَٱلزَّيۡتُونَ وَٱلنَّخِيلَ وَٱلۡأَعۡنَٰبَ وَمِن كُلِّ ٱلثَّمَرَٰتِۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَةٗ لِّقَوۡمٖ
يَتَفَكَّرُونَ ﴿١١﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ ٱلَّيۡلَ وَٱلنَّهَارَ وَٱلشَّمۡسَ وَٱلۡقَمَرَۖ وَٱلنُّجُومُ
مُسَخَّرَٰتُۢ بِأَمۡرِهِۦٓۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَٰتٖ لِّقَوۡمٖ يَعۡقِلُونَ ﴿١٢﴾ وَمَا ذَرَأَ لَكُمۡ فِي
ٱلۡأَرۡضِ مُخۡتَلِفًا أَلۡوَٰنُهُۥٓۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَةٗ لِّقَوۡمٖ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٣﴾ وَهُوَ ٱلَّذِي

سَخَّرَ ٱلْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا۟ مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا۟ مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا
وَتَرَى ٱلْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا۟ مِن فَضْلِهِۦ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ
﴿١٤﴾ وَأَلْقَىٰ فِى ٱلْأَرْضِ رَوَٰسِىَ أَن تَمِيدَ بِكُمْ وَأَنْهَٰرًا وَسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥﴾
وَعَلَٰمَٰتٍ ۚ وَبِٱلنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ﴿١٦﴾ أَفَمَن يَخْلُقُ كَمَن لَّا يَخْلُقُ ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿١٧﴾
وَإِن تَعُدُّوا۟ نِعْمَةَ ٱللَّهِ لَا تُحْصُوهَآ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾[النحل:۳-۱۸]'' اسی نے

آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہ اس سے بری ہے جو شرک کرتے ہیں * اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا، پھر وہ صریح جھگڑالو بن بیٹھا * اسی نے چوپائے پیدا کئے جن میں تمہارے لئے گرمی کے لباس ہیں، اور بھی بہت سے نفع ہیں، اور بعض تمہارے کھانے کے کام آتے ہیں * اور ان میں تمہاری رونق بھی ہے جب چرا کر لاؤ تب بھی اور جب چرانے لے جاؤ تب بھی * اور وہ تمہارے بوجھ ان شہروں تک اٹھالے جاتے ہیں جہاں تم بغیر آدھی جان کئے پہنچ ہی نہیں سکتے تھے، یقیناً تمہارا رب بڑا ہی شفیق اور نہایت مہربان ہے * گھوڑوں کو، خچروں کو، گدھوں کو اس نے پیدا کیا، تم ان کی سواری لو اور وہ باعث زینت بھی ہیں، اور وہ ایسی بہت سی چیزیں پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم بھی نہیں * اور اللہ پر سیدھی راہ کا بتا دینا اور بعض ٹیڑھی راہیں ہیں، اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ راست پر لگا دیتا * وہی تمہارے فائدے کے لئے آسمان سے پانی برساتا ہے جسے تم پیتے بھی ہو اور اسی سے اگے ہوئے درختوں کو تم اپنے جانوروں کو چراتے ہو * اسی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے، بیشک ان لوگوں کے لئے تو اس میں بڑی نشانی ہے جو غور و فکر کرتے ہیں * اسی نے رات دن، اور سورج چاند کو تمہارے لئے تابع کر دیا ہے اور ستارے بھی اسی کے حکم کے ماتحت ہیں، یقیناً اس میں عقلمندوں کے لئے کئی ایک نشانیاں موجود ہیں * اور بھی بہت سی چیزیں طرح طرح کے رنگ روپ کی اس نے تمہارے

لئے زمین پر پھیلا رکھی ہے، بیشک نصیحت قبول کرنے والوں کے لئے اس میں بڑی بھاری نشانی ہے * اور دریا بھی اس نے تمہارے بس میں کر دیئے ہیں کہ تم اس میں سے نکلا ہوا تازہ گوشت کھاؤ، اور اس میں سے اپنے پہننے کے زیورات نکال سکو، اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں اس میں پانی چیرتی ہوئی (چلتی) ہیں، اور اس لئے بھی کہ تم اس کا فضل تلاش کرو، اور ہو سکتا ہے کہ تم شکر گذاری بھی کرو* اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیئے ہیں تا کہ تمہیں لیکر ملے نہ، اور نہریں اور راہیں بنا دیں تا کہ تم منزل مقصود کو پہنچو* اور بھی بہت سی نشانیاں مقرر فرمائیں، اور ستاروں سے بھی لوگ راہ حاصل کرتے ہیں* تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اس جیسا ہے جو پیدا نہیں کر سکتا؟ کیا تم بالکل نہیں سوچتے؟* اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو تم اسے نہیں کر سکتے، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے"۔

*﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا ٱلْإِنسَٰنَ مِن سُلَٰلَةٍ مِّن طِينٍ ﴿١٢﴾ ثُمَّ جَعَلْنَٰهُ نُطْفَةً فِى قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿١٣﴾
ثُمَّ خَلَقْنَا ٱلنُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا ٱلْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا ٱلْمُضْغَةَ عِظَٰمًا فَكَسَوْنَا
ٱلْعِظَٰمَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَٰهُ خَلْقًا ءَاخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ ٱللَّهُ أَحْسَنُ ٱلْخَٰلِقِينَ ﴿١٤﴾ ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ
ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ تُبْعَثُونَ ﴿١٦﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ
طَرَآئِقَ وَمَا كُنَّا عَنِ ٱلْخَلْقِ غَٰفِلِينَ ﴿١٧﴾ وَأَنزَلْنَا مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَّٰهُ فِى ٱلْأَرْضِ ۖ وَإِنَّا
عَلَىٰ ذَهَابٍۭ بِهِۦ لَقَٰدِرُونَ ﴿١٨﴾ فَأَنشَأْنَا لَكُم بِهِۦ جَنَّٰتٍ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَٰبٍ لَّكُمْ فِيهَا فَوَٰكِهُ كَثِيرَةٌ
وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿١٩﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِن طُورِ سَيْنَآءَ تَنۢبُتُ بِٱلدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْءَاكِلِينَ ﴿٢٠﴾ وَإِنَّ
لَكُمْ فِى ٱلْأَنْعَٰمِ لَعِبْرَةً ۖ نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِى بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَٰفِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٢١﴾
وَعَلَيْهَا وَعَلَى ٱلْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ﴾ [المؤمنون: ١٢-٢٢] "یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا

کیا* پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دے دیا* پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا، پھر اس خون کے لو تھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا، پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہڈیاں بنا دیں، پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا، پھر دوسری بناوٹ میں اس کو پیدا کر دیا، برکتوں والا ہے وہ اللہ جو سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے *اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مر جانے والے ہو* پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے *ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے ہیں اور ہم مخلوقات سے غافل نہیں ہیں* ہم ایک صحیح انداز سے آسمان سے پانی برساتے ہیں، پھر اسے زمین میں ٹھہرا دیتے ہیں اور ہم اس کے لے جانے پر یقیناً قادر ہیں *اسی پانی کے ذریعہ سے ہم تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کر دیتے ہیں، کہ تمہارے لئے ان میں بہت سے میوے ہوتے ہیں انہیں میں سے تم کھاتے بھی ہو *اور وہ درخت جو طور سینا پہاڑ سے نکلتا ہے جو تیل نکالتا ہے، اور کھانے والے کے لئے سالن ہے* تمہارے لئے چوپایوں میں بھی بڑی عبرت ہے، ان کے پیٹوں میں سے ہم تمہیں دودھ پلاتے ہیں، اور بھی بہت سے نفع تمہارے لئے ان میں ہیں، ان میں سے بعض بعض کو تم کھاتے بھی ہو* اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کرائے جاتے ہو ''۔

*﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ ٱللَّهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُۥ ثُمَّ يَجْعَلُهُۥ رُكَامًا فَتَرَى ٱلْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَٰلِهِۦ وَيُنَزِّلُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مِن جِبَالٍ فِيهَا مِنۢ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِۦ مَن يَشَآءُ وَيَصْرِفُهُۥ عَن مَّن يَشَآءُ ۖ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِۦ يَذْهَبُ بِٱلْأَبْصَٰرِ ﴿٤٣﴾ يُقَلِّبُ ٱللَّهُ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي ٱلْأَبْصَٰرِ ﴿٤٤﴾ وَٱللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّن مَّآءٍ ۖ فَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ بَطْنِهِۦ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰ رِجْلَيْنِ وَمِنْهُم مَّن يَمْشِي عَلَىٰٓ أَرْبَعٍ ۚ يَخْلُقُ ٱللَّهُ مَا يَشَآءُ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [النور:٤٣-٤٥] '' کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالی بادلوں کو چلاتا ہے، پھر انہیں ملاتا ہے، پھر انہیں تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے، پھر

آپ دیکھتے ہیں کہ ان کے درمیان میں سے مینہ برساتا ہے، وہی آسمان کی جانب سے اولوں کے پہاڑ میں سے اولے برساتا ہے، پھر جنہیں چاہے ان کے پاس انہیں برسائے، اور جن سے چاہے ان سے انہیں ہٹا دے، بادل ہی سے نکلنے والی بجلی کی چمک ایسی ہوتی ہے کہ گویا اب آنکھوں کی روشنی لے چلی * اللہ تعالی ہی دن اور رات کو ردوبدل کرتا رہتا ہے، آنکھوں والوں کے لئے تو اس میں یقینا بڑی بڑی عبرتیں ہیں * تمام کے تمام چلنے پھرنے والے جانداروں کو اللہ تعالی ہی نے پانی سے پیدا کیا، ان میں سے بعض تو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں، بعض دو پاؤں پر چلتے ہیں، بعض چار پاؤں پر چلتے ہیں، اللہ تعالی جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، بیشک اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے‘‘۔

*﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ ٱلظِّلَّ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهُۥ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا ٱلشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ﴿٤٥﴾ ثُمَّ قَبَضْنَٰهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ﴿٤٦﴾ وَهُوَ ٱلَّذِى جَعَلَ لَكُمُ ٱلَّيْلَ لِبَاسًا وَٱلنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ ٱلنَّهَارَ نُشُورًا ﴿٤٧﴾ وَهُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ ٱلرِّيَٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهِۦ ۚ وَأَنزَلْنَا مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً طَهُورًا ﴿٤٨﴾ لِّنُحْـِۧىَ بِهِۦ بَلْدَةً مَّيْتًا وَنُسْقِيَهُۥ مِمَّا خَلَقْنَآ أَنْعَٰمًا وَأَنَاسِىَّ كَثِيرًا ﴿٤٩﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا۟ فَأَبَىٰٓ أَكْثَرُ ٱلنَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ﴿٥٠﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِى كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيرًا ﴿٥١﴾ فَلَا تُطِعِ ٱلْكَٰفِرِينَ وَجَٰهِدْهُم بِهِۦ جِهَادًا كَبِيرًا ﴿٥٢﴾ وَهُوَ ٱلَّذِى مَرَجَ ٱلْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ﴿٥٣﴾ وَهُوَ ٱلَّذِى خَلَقَ مِنَ ٱلْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُۥ نَسَبًا وَصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴾ [الفرقان: ٤٥-٥٤] ’’کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے سائے کو کس طرح پھیلا دیا ہے؟ اگر چاہتا تو اسے ٹھہرا ہوا ہی کر دیتا، پھر ہم نے آفتاب کو اس پر دلیل بنایا * پھر ہم نے اسے

آہستہ آہستہ اپنی طرف کھینچ لیا* اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لئے پردہ بنایا اور نیند کو راحت بنائی اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت * اور وہی ہے جو باران رحمت سے پہلے خوش خبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے، اور ہم آسمان سے پاک پانی برساتے ہیں* تاکہ اس کے ذریعہ سے مردہ شہر کو زندہ کردیں، اور اسے ہم اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پلاتے ہیں* اور بیشک ہم نے اسے ان کے درمیان طرح طرح سے بیان کیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں، مگر پھر بھی اکثر لوگوں نے سوائے ناشکری کے مانا نہیں* اگر ہم چاہتے تو ہر ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے* پس آپ کافروں کا کہنا نہ مانیں اور قرآن کے ذریعہ ان سے پوری طاقت سے بڑا جہاد کریں* اور وہی ہے جس نے دو سمندر آپس میں ملا رکھے ہیں، یہ ہے میٹھا اور مزے دار اور یہ ہے کھاری کڑوا، اور ان دونوں کے درمیان ایک حجاب اور مضبوط اوٹ کردی* وہ ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا کردیا، بلاشبہ آپ کا پروردگار (ہر چیز پر) قادر ہے''۔

*﴿ فَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ ﴿١٧﴾ وَلَهُ ٱلْحَمْدُ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ
وَٱلْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ ﴿١٨﴾ يُخْرِجُ ٱلْحَىَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ ٱلْمَيِّتَ مِنَ ٱلْحَىِّ وَيُحْىِ
ٱلْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ وَكَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ﴿١٩﴾ وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦٓ أَنْ خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ إِذَآ أَنتُم
بَشَرٌ تَنتَشِرُونَ ﴿٢٠﴾ وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦٓ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا لِّتَسْكُنُوٓا۟ إِلَيْهَا
وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١﴾ وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦ
خَلْقُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱخْتِلَٰفُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَٰنِكُمْ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّلْعَٰلِمِينَ
﴿٢٢﴾ وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦ مَنَامُكُم بِٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ وَٱبْتِغَآؤُكُم مِّن فَضْلِهِۦٓ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ

لِّقَوۡمٍ يَسۡمَعُونَ ﴿٢٣﴾ وَمِنۡ ءَايَٰتِهِۦ يُرِيكُمُ ٱلۡبَرۡقَ خَوۡفًا وَطَمَعًا وَيُنَزِّلُ مِنَ
ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَيُحۡيِۦ بِهِ ٱلۡأَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَآۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَعۡقِلُونَ
﴿٢٤﴾ وَمِنۡ ءَايَٰتِهِۦٓ أَن تَقُومَ ٱلسَّمَآءُ وَٱلۡأَرۡضُ بِأَمۡرِهِۦۚ ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمۡ دَعۡوَةً مِّنَ ٱلۡأَرۡضِ إِذَآ
أَنتُمۡ تَخۡرُجُونَ ﴿٢٥﴾ وَلَهُۥ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۖ كُلّٞ لَّهُۥ قَٰنِتُونَ ﴿٢٦﴾ وَهُوَ ٱلَّذِي
يَبۡدَؤُاْ ٱلۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ وَهُوَ أَهۡوَنُ عَلَيۡهِۚ وَلَهُ ٱلۡمَثَلُ ٱلۡأَعۡلَىٰ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۚ وَهُوَ
ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡحَكِيمُ ﴾ [الروم:١٧-٢٧] ''پس اللہ تعالی کی تسبیح پڑھا کرو جب کہ تم شام کرو اور جب صبح کرو * تمام تعریفوں کے لائق آسمان وزمین میں صرف وہی ہے، تیسرے پہر کو اور ظہر کے وقت بھی ،(اس کی پاکیزگی بیان کرو) *(وہی) زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے،اور وہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے اسی طرح تم (بھی) نکالے جاؤ گے * اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر اب انسان بن کر (چلتے پھرتے) پھیل رہے ہو * اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ، اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی، یقینا غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں * اس (کی قدرت) کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف (بھی) ہے، دانش مندوں کے لئے اس میں یقینا بڑی نشانیاں ہیں * اور (بھی) اس کی (قدرت کی) نشانی تمہاری راتوں اور دن کی نیند میں ہے،اور اس کے فضل (یعنی روزی) کو تمہارا تلاش کرنا بھی ہے، جو لوگ (کان لگا کر) سننے کے عادی ہیں ان کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں * اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ (بھی) ہے کہ وہ تمہیں ڈرانے اور امیدوار بنانے کے لئے بجلیاں دکھاتا ہے،اور آسمان سے بارش برساتا ہے، اور

اس سے مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے، اس میں (بھی) عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں * اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آسمان وزمین اسی کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تمہیں آواز دے گا صرف ایک بار کی آواز کے ساتھ ہی تم سب زمین سے نکل آؤ گے * اور زمین وآسمان کی ہر ہر چیز اسی کی ملکیت ہے، اور ہر ایک اسی کے فرمان کے ماتحت ہے * وہی ہے جو اول بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر سے دوبارہ پیدا کرے گا، اور یہ تو اس پر بہت ہی آسان ہے، اسی کی بہترین اور اعلی صفت ہے، آسمانوں میں اور زمین میں بھی، اور وہی غلبہ والا، حکمت والا ہے"۔

*﴿ٱلرَّحۡمَٰنُ ۝١ عَلَّمَ ٱلۡقُرۡءَانَ ۝٢ خَلَقَ ٱلۡإِنسَٰنَ ۝٣ عَلَّمَهُ ٱلۡبَيَانَ ۝٤ ٱلشَّمۡسُ وَٱلۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٖ ۝٥ وَٱلنَّجۡمُ وَٱلشَّجَرُ يَسۡجُدَانِ ۝٦ وَٱلسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ ٱلۡمِيزَانَ ۝٧ أَلَّا تَطۡغَوۡاْ فِي ٱلۡمِيزَانِ ۝٨ وَأَقِيمُواْ ٱلۡوَزۡنَ بِٱلۡقِسۡطِ وَلَا تُخۡسِرُواْ ٱلۡمِيزَانَ ۝٩ وَٱلۡأَرۡضَ وَضَعَهَا لِلۡأَنَامِ ۝١٠ فِيهَا فَٰكِهَةٞ وَٱلنَّخۡلُ ذَاتُ ٱلۡأَكۡمَامِ ۝١١ وَٱلۡحَبُّ ذُو ٱلۡعَصۡفِ وَٱلرَّيۡحَانُ ۝١٢ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝١٣ خَلَقَ ٱلۡإِنسَٰنَ مِن صَلۡصَٰلٖ كَٱلۡفَخَّارِ ۝١٤ وَخَلَقَ ٱلۡجَآنَّ مِن مَّارِجٖ مِّن نَّارٖ ۝١٥ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝١٦ رَبُّ ٱلۡمَشۡرِقَيۡنِ وَرَبُّ ٱلۡمَغۡرِبَيۡنِ ۝١٧ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝١٨ مَرَجَ ٱلۡبَحۡرَيۡنِ يَلۡتَقِيَانِ ۝١٩ بَيۡنَهُمَا بَرۡزَخٞ لَّا يَبۡغِيَانِ ۝٢٠ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝٢١ يَخۡرُجُ مِنۡهُمَا ٱللُّؤۡلُؤُ وَٱلۡمَرۡجَانُ ۝٢٢ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝٢٣ وَلَهُ ٱلۡجَوَارِ ٱلۡمُنشَـَٔاتُ فِي ٱلۡبَحۡرِ كَٱلۡأَعۡلَٰمِ ۝٢٤ فَبِأَيِّ ءَالَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ [الرحمن: ١-٢٥] "رحمن نے * قرآن سکھایا * اسی نے انسان کو پیدا کیا * اور اسے بولنا سکھایا * آفتاب اور ماہتاب (مقررہ) حساب سے ہیں * اور ستارے اور درخت

دونوں سجدہ کرتے ہیں * اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اسی نے ترازو رکھی * تاکہ تم تولنے میں تجاوز نہ کرو * انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول میں کم نہ دو * اور اسی نے مخلوق کے لئے زمین بچھا دی * جس میں میوے ہیں، اور خوشے والے کھجور کے درخت ہیں * اور بھس والا اناج ہے، اور خوشبو دار پھول ہیں * پس (اے انسانو اور جنو!) تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟* اس نے انسان کو بجنے والی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری کی طرح تھی * اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا * پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟* وہ رب ہے دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا * تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟* اس نے دو دریا جاری کر دیئے جو ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں * ان دونوں میں ایک آڑ ہے کہ اس سے بڑھ نہیں سکتے * پس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟* ان دونوں میں سے موتی اور مونگے برآمد ہوتے ہیں * پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟* اور اللہ ہی کی (ملکیت میں) ہیں وہ جہاز جو سمندروں میں پہاڑ کی طرح بلند (چل پھر رہے) ہیں * پس اے انسانو اور جنو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟"۔

﴿أَلَمْ نَجْعَلِ ٱلْأَرْضَ مِهَٰدًا ﴿٦﴾ وَٱلْجِبَالَ أَوْتَادًا ﴿٧﴾ وَخَلَقْنَٰكُمْ أَزْوَٰجًا ﴿٨﴾ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿٩﴾ وَجَعَلْنَا ٱلَّيْلَ لِبَاسًا ﴿١٠﴾ وَجَعَلْنَا ٱلنَّهَارَ مَعَاشًا ﴿١١﴾ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿١٢﴾ وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا ﴿١٣﴾ وَأَنزَلْنَا مِنَ ٱلْمُعْصِرَٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿١٤﴾ لِّنُخْرِجَ بِهِۦ حَبًّا وَنَبَاتًا ﴿١٥﴾ وَجَنَّٰتٍ أَلْفَافًا﴾ [النبأ:٦-١٦] "کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا؟ اور پہاڑوں کو میخیں (نہیں بنایا؟)* اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا * اور ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا سبب بنایا * اور رات کو ہم نے پردہ بنایا * اور دن کو ہم نے وقت روزگار بنایا * اور تمہارے اوپر ہم نے سات مضبوط

آسمان بنائے *اور ایک چمکتا ہوا روشن چراغ (سورج) پیدا کیا* اور بدلیوں سے ہم نے بکثرت بہتا ہوا پانی برسایا* تاکہ اس سے اناج اور سبزہ اگائیں *اور گھنے باغ (بھی اگائیں)"۔

﴿ ءَأَنتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ ٱلسَّمَآءُ ۚ بَنَىٰهَا ﴿٢٧﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّىٰهَا ﴿٢٨﴾ وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَىٰهَا ﴿٢٩﴾ وَٱلْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَىٰهَآ ﴿٣٠﴾ أَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعَىٰهَا ﴿٣١﴾ وَٱلْجِبَالَ أَرْسَىٰهَا ﴿٣٢﴾ مَتَٰعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَٰمِكُمْ ﴾ [النازعات:٢٧-٣٣] " کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا آسمان کا ؟اللہ تعالی نے اسے بنایا اس کی بلندی اونچی کی پھر اسے ٹھیک ٹھاک کر دیا* اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو نکالا* اور اس کے بعد زمین کو (ہموار) بچھادیا* اس میں پانی اور چارہ نکالا* اور پہاڑوں کو (مضبوط) گاڑ دیا* یہ سب تمہارے جانوروں کے فائدے کے لئے (ہیں)"۔

﴿ فَلْيَنظُرِ ٱلْإِنسَٰنُ إِلَىٰ طَعَامِهِۦٓ ﴿٢٤﴾ أَنَّا صَبَبْنَا ٱلْمَآءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا ٱلْأَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَأَنۢبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَفَٰكِهَةً وَأَبًّا ﴿٣١﴾ مَّتَٰعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَٰمِكُمْ ﴾ [عبس: ٢٤-٣٢] " انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کو دیکھے کہ ہم نے خوب پانی برسایا * پھر پھاڑا زمین کو اچھی طرح* پھر اس میں سے اناج اگائے *اور انگور اور ترکاری* اور زیتون اور کھجور* اور گنجان باغات* اور میوہ اور (گھاس) چارہ (بھی اگایا)* تمہارے استعمال و فائدہ کے لئے، اور تمہارے چوپایوں کے لئے"۔

کلی طور پر اللہ تعالی کی ربوبیت کا آدم کی عام اولاد اقرار کرنے والی ہے کہ حقیقت میں وہی خالق و مالک اور مدبر ہے، یہی نہیں بلکہ عرب کے مشرکین بھی اللہ کی ربوبیت کے قائل تھے، اللہ تعالی نے اپنی کتاب قرآن کریم میں مختلف مقامات پر ان کے اس اقرار کو بیان فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ قُل لِّمَنِ

ٱلۡأَرۡضُ وَمَن فِيهَآ إِن كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِۚ قُلۡ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٨٥﴾ قُلۡ مَن رَّبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ ٱلسَّبۡعِ وَرَبُّ ٱلۡعَرۡشِ ٱلۡعَظِيمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِۚ قُلۡ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٨٧﴾ قُلۡ مَنۢ بِيَدِهِۦ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيۡءٖ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيۡهِ إِن كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِۚ قُلۡ فَأَنَّىٰ تُسۡحَرُونَ ﴾ [المؤمنون:۸۴-۸۹] "پوچھئے تو سہی کہ زمین اور اس کی کل چیزیں کس کی ہیں؟ بتلاؤ اگر جانتے ہو؟* فوراً جواب دیں گے کہ اللہ کی، کہہ دیجئے کہ پھر تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے* دریافت کیجئے کہ ساتوں آسمانوں کا اور بہت باعظمت عرش کا رب کون ہے؟* وہ لوگ جواب دیں گے اللہ ہی ہے، کہہ دیجئے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟* پوچھئے کہ تمام چیزوں کا اختیار کس کے ہاتھ میں ہے؟ جو پناہ دیتا ہے اور جس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دیا جاتا، اگر تم جانتے ہو تو بتلادو؟* یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے، کہہ دیجئے کہ پھر تم کدھر سے جادو کر دیئے جاتے ہو؟"۔

اور اس کی وضاحت اللہ نے ایک دوسری آیت میں یوں فرمائی: ﴿ وَلَئِن سَأَلۡتَهُم مَّنۡ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡعَلِيمُ ﴾ [الزخرف:۹] "اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یقیناً ان کا جواب یہی ہوگا کہ انہیں غالب و دانا (اللہ) نے ہی پیدا کیا"۔

ربوبیت میں شرک کرنے والے متعدد گروہ

ربوبیت کے باب میں جزئی گمراہی واقع ہوئی ہے، اور متعدد گروہوں نے ربوبیت میں شرک کیا، ذیل کے سطور میں ان کے متعلق وضاحت کی جارہی ہے ملاحظہ فرمائیں:

۱-مجوس کے فرقہ ثنویہ اور مانویہ کا عقیدہ:

یہ دونوں فرقے کائنات کے دو خالق ہونے کے قائل ہیں:

۱-الہ النور: یہ خیر کا خالق ہے۔

۲-الہ الظلمۃ: یہ شر کا خالق ہے۔

واضح ہو کہ ان دونوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نور ظلمت سے بہتر ہے، لیکن ظلمت کے بارے میں ان کا اختلاف ہے کہ یہ قدیم ہے یا حادث؟۔

۲-نصاری کا عقیدہ :

یہ تثلیث کے قائل ہیں، بایں طور کہ اپنے خیال سے تین اقنوم (اصل) باپ، اور بیٹا اور روح القدس کو ملا کر ایک الہ بناتے ہیں۔

لیکن یہ کائنات کے جدا جدا تین رب نہیں مانتے، بلکہ کائنات کے ایک ہی صانع (بنانے والے) پر اتفاق رکھتے ہیں۔

۳-مشرکین عرب کا عقیدہ :

اپنے معبودوں کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ کچھ نفع ونقصان اور تدبیر کی صلاحیت رکھتے ہیں، اور اسی وجہ سے وہ تیروں سے فال نکالتے تھے، یعنی اگر اس میں لکھا ہوتا کر و تو اس کام کو کرتے، اور اگر لکھا ہوتا نہ کرو تو اسے چھوڑ دیتے، اور اگر اس میں کچھ نہ لکھا ہوتا تو دوبارہ فال نکالتے، گویا کہ اللہ کے علاوہ اس پر ان کا نفع ونقصان کا اعتقاد تھا۔

۴-منکرین تقدیر:

ان کا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ سے ہٹ کر بندہ اپنے فعل کا خود مستقل خالق ہے، یعنی اللہ کا اس کے فعل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مذکورہ بالا سطور میں بیان کردہ تمام گمراہ کن اعتقادات کو فطرت، عقل اور حس کے دلائل سے رد کیا جاچکا ہے، اور شریعت نے وحدانیت رب پر مکمل روشنی ڈالی ہے کہ خلقت، بادشاہت، اور حاکمیت میں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ثانی نہیں ہے، جیسا کہ اس آیت میں اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ مَا ٱتَّخَذَ ٱللَّهُ مِن وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُۥ مِنْ إِلَٰهٍ ۚ إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ سُبْحَٰنَ ٱللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴾ [المؤمنون: ۹۱] ”نہ تو اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا، اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی معبود ہے، ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو لیے لیے پھرتا اور ہر ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتا، جو اوصاف یہ بتلاتے ہیں ان سے اللہ پاک (اور بے نیاز) ہے“۔

معبود برحق کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہی خلاق ہو، اور اپنی چاہت سے ہر فعل کرنے میں مکمل آزاد ہو، ہاں اگر اس کا کوئی پارٹنر یا شریک بنے تو یقیناً وہ بھی پیدا کرے گا اور اپنی چاہت سے جو چاہے کرے گا، ایسی صورت میں تو معاملہ دو احتمالوں میں سے کسی ایک احتمال سے خالی نہ ہوگا:

۱- یا تو ہر الٰہ اپنی مخلوق کو الگ لے جا کر اپنی ایک مستقل سلطنت قائم کرلے گا، حالانکہ کائنات کے اس چلنے والے نظام نے اس احتمال کو قطعی طور پر رد کر دیا ہے، (اور پوری کائنات میں اللہ کے سوا کسی اور کی سلطنت نہیں ہے)۔

۲- یا تو ان دونوں کے مابین ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے اور چڑھ دوڑنے کی دوڑ شروع ہو جاتی، تو ان میں ایک جسم کو چلانا چاہتا اور دوسرا اسے روکے رکھنا چاہتا، یا ایک کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا اور دوسرا اسے موت دینا چاہتا، تو ایسی صورت میں یا تو دونوں کی مرادیں پوری ہوں گی، یا کسی ایک کی مراد پوری ہوگی، یا دونوں میں سے کسی ایک کی بھی مراد پوری نہ ہوگی، تو اس میں پہلی اور تیسری صورت ممتنع کی ہے

، کیونکہ یہ دونوں آپس میں نقیض (عکس) ہیں جو ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے، اور نہ ہی یہ دونوں ہٹ سکتے ہیں، اس لئے دوسری صورت خود بخود متعین ہو جاتی ہے کہ جس کی مراد حاصل ہو گی وہی الہ قادر ہو گا، اور دوسراالہ ہونے کے لائق نہ رہ جائے گا، اس طور سے سارا معاملہ رب واحد، خالق واحد اور مالک واحد و مدبر واحد کے ثبوت کے حق میں ہے، اور اس کے ماسوا جتنے بھی ہیں وہ سارے کے سارے باطل ہیں، اور اسی باہمی رکاوٹوں کی دلیل ہی سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی۔

۳-الوہیت یعنی اللہ کے معبود برحق ہونے پر ایمان لانا

الوہیت پر ایمان لانا ایسا پختہ اعتقاد رکھنا کہ تنہا اللہ ہی برحق الہ ہے، سب کو چھوڑ کر صرف وہی عبادت کا مستحق ہے۔

الإله کا معنی ہے المالوہ ،یعنی معبود جس کی محبت، اور تعظیم کے ساتھ دل عبادت کرتے ہیں۔

عبادت کی حقیقت: مکمل عاجزی، خضوع اور تعظیم کے ساتھ کمال محبت رکھنا، اور یہ صرف اور صرف ایک ہی معبود کے لئے ممکن ہے، سب سے عظیم شاہد (اللہ) کی جانب سے اس کتاب میں جس کے عظیم ہونے کی شہادت دی گئی ہے (یعنی قرآن میں) اس پر ایمان کے تعلق سے سب سے عظیم شہادت آئی ہے جیساکہ اللہ نے فرمایا: ﴿ شَهِدَ ٱللَّهُ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَأُو۟لُوا۟ ٱلْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِٱلْقِسْطِ ۚ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴾ [آل عمران:۱۸] ”اللہ تعالی، فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور وہ عدل کو قائم رکھنے والا ہے، اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں“۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ﴾ [البقرة:١٦٣] ''تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے ''۔

اللہ نے اپنی تمام مخلوق کو پیدا فرمایا، اور ان میں تمام انسان وجنات کو صرف اکیلے اپنی عبادت کے لئے ان سے اپنی مکمل بے نیازی کے ساتھ پیدا کیا، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ﴾ [الذاريات:٥٦-٥٧] ''میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں * نہ میں ان سے روزی چاہتا ہوں اور نہ میری یہ چاہت ہے کہ یہ مجھے کھلائیں ''۔

اور اللہ نے اپنے تمام رسولوں کو اسی ایمان کو ثابت کرنے کے لئے لوگوں کے پاس بھیجا، وہ لوگوں کو شرک سے دور رہنے اور عبادت کو صرف ایک اللہ کے لئے بجالانے کی دعوت دیتے تھے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ﴾ [النحل:٣٦] ''ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو ''۔

رسولوں نے اپنی قوم میں دعوت کا آغاز ان باتوں سے کی:

﴿يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ﴾ [الأعراف:٥٩،٦٥، ٧٣، ٨٥] '': اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں''۔

ایک دوسری جگہ اللہ نے یوں فرمایا: ﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيٓ إِلَيۡهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعۡبُدُونِ ﴾ [الأنبياء:٢٥] ''تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، پس تم سب میری ہی عبادت کرو ''۔

اس ایمان پر عمل داری کا تقاضا یہ ہے کہ عبادات کے جملہ انواع واقسام صرف ایک اللہ کے نام کردی جائے، چنانچہ جس نے ان عبادات میں سے ادنی حصہ بھی اللہ کے سوا کسی اور کے نام کردیا تو واضح رہے کہ وہ مشرک کافر ہے، بغرض وضاحت یہاں عبادات کے چند اصناف بیان کئے جارہے ہیں، جن کی تفاصیل یہ ہیں:

۱۔ قلبی عبادات

اس سے مقصود وہ عبادتیں ہیں جن کا تعلق انسان کے دل سے ہے، ان کی چند مثالیں درج ذیل سطور میں ملاحظہ کریں:

***محبت:**

اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمۡ كَحُبِّ ٱللَّهِۖ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ﴾ [البقرة:١٦٥] ''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے شریک اوروں کو ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہئے اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں''۔

***خوف:**

اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿فَلَا تَخَافُوهُمۡ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ ﴾ [آل عمران:١٧٥]

'' تم ان کافروں سے نہ ڈرو، اور میرا خوف رکھو اگر تم مومن ہو''۔

*رجا(امید،آسرا) :

اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ فَمَن كَانَ يَرْجُوا۟ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًۢا ﴾ [الکھف : ۱۱۰]

”آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں (ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرے ،اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے“۔

محبت، خوف اور رجا یہ تینوں قلبی عبادات کی ماں یعنی اساس کا درجہ رکھتی ہیں، جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالی نے بڑی وضاحت فرمائی ہے:

﴿ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ ٱلْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُۥ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُۥٓ ﴾ [الإسراء:۵۷]

” جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں خود وہ اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے، وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں“۔

محبت، خوف اور رجا یہ تینوں باہم لازم وملزوم کا درجہ رکھتے ہیں، اس لئے کچھ کو چھوڑ کر کچھ پر عمل کرنا کافی نہ ہوگا چنانچہ جس نے اللہ کی عبادت صرف خوف کے ساتھ کی تو وہ حروری قرار پائے گا، اور جس نے صرف امید لے کر اللہ کی عبادت کی وہ مرجی ہے، اور جس نے صرف محبت کے ساتھ اللہ کی عبادت کی وہ زندیق (بے دین) کہلائے گا، اور جس نے ان تینوں یعنی محبت، خوف اور رجا کے ساتھ اللہ کی عبادت کی تو وہی موحد اور دین حنیف کا سچا پیروکار کہلائے گا۔

فائدہ:

۱- حروری: شہر کوفہ کے مضافات میں ایک بستی تھی جسے حروراء کہا جاتا تھا، اسی بستی سے ایک فرقہ نے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کے خلاف علم بغاوت بلند کی جس کی وجہ سے اس فرقہ کو حروری کہا جاتا ہے، اور اس فرقہ کا معروف نام خوارج ہے۔

۲- مرجی: عہد صحابہ کے آخری دور میں ایک ایسا گروہ وجود پذیر ہوا جس نے اہل السنہ والجماعۃ کی بہت سارے مسائل میں مخالفت کی جس کی ایک مثال آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے، ان کا اعتقاد ہے کہ ایمان محض دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کا نام ہے، اور عمل ایمان میں داخل نہیں ہے، اس لئے کلی طور پر ترک عمل سے کلی طور پر ایمان کی نفی نہیں ہوتی، اور معاصی کے ارتکارب کرنے والے کامل مؤمن ہوتے ہیں، اور ایمان نہ گھٹتا ہے اور نہ ہی بڑھتا ہے، تو گویا کہ انہوں نے عمل کو ایمان سے الگ ہٹا دیا جس کی وجہ سے انہیں مرجی یعنی عمل کو ایمان سے الگ قرار دینے والے کا نام دیا گیا۔

۳- زندیق: یہ لفظ منافق کے مترادف ہے، جس کا کفر والحاد کا اعتقاد ہوتا ہے، اور وہ اسے چھپائے رکھتا ہے، یا اللہ، آخرت اور نیک اعمال کا منکر ہوتا ہے، اور ان کی باتیں مجوسیوں اور فلسفیوں سے ماخوذ ہوتی ہیں۔

جسم کی درستگی کی اساس دل کا درست وصالح رہنا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے: « أَلاَ وَإِنَّ فِي الجَسَدِ مُضْغَةً: إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الجَسَدُ كُلُّهُ، أَلاَ وَهِيَ القَلْبُ» ”خبردار! بیشک جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، اگر وہ درست رہے تو سارا بدن درست رہتا ہے، اور اگر وہ خرابی کا شکار ہو جائے تو سارے بدن میں خرابی پھیل جاتی ہے، آگاہ! وہی وہ دل ہے “ (بخاری :۵۲، مسلم:۱۵۹۹)۔

۲- قولی عبادات

اس سے مقصود وہ عبادتیں ہیں جن کا تعلق قول سے ہے جیسے:

***دعا:**

اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ وَأَنَّ ٱلْمَسَٰجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُواْ مَعَ ٱللَّهِ أَحَدًا ﴾ [الجن:۱۸] ''اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں، پس اللہ تعالی کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو''۔

***استعاذة (اللہ کی پناہ چاہنا):**

اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلْفَلَقِ ﴾ [الفلق:۱] '' آپ کہہ دیجئے کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں''۔اور ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ ﴾ [الناس:۱]''آپ کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں ''۔

***استغاثة (فریاد کرنا):**

اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَٱسْتَجَابَ لَكُمْ ﴾ [الأنفال:۹]'' اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پھر اللہ تعالی نے تمہاری سن لی''۔

***ہر قسم کے اذکار:**

اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱذْكُرُواْ ٱللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴾ [الأحزاب:٤١]'' مسلمانو! اللہ تعالی کا ذکر بہت زیادہ کرو''۔

***تلاوت قرآن:**

اللہ تعالی نے فرمایا :

﴿ ٱتۡلُ مَآ أُوحِيَ إِلَيۡكَ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ ﴾ [العنکبوت:٤٥]" جو کتاب آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھئے"۔

***عام پاکیزہ کلام:**

اللہ تعالی نے فرمایا :﴿إِلَيۡهِ يَصۡعَدُ ٱلۡكَلِمُ ٱلطَّيِّبُ ﴾ [فاطر:١٠]" تمام تر ستھرے کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں"۔

٣-بدنی عبادات

اس سے مراد وہ عبادتیں ہیں جن کا تعلق آدمی کے بدن سے ہے جیسے :

***نماز اور قربانی:**

اللہ تعالی نے فرمایا :﴿قُلۡ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحۡيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴾ [الأنعام:١٦٢]" آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت، اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے"۔

اللہ تعالی نے فرمایا :﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنۡحَرۡ ﴾ [الکوثر:٢]" پس تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر"۔

***طواف کعبہ:**

اللہ تعالی نے فرمایا :﴿وَلۡيَطَّوَّفُواْ بِٱلۡبَيۡتِ ٱلۡعَتِيقِ ﴾ [الحج:٢٩]"اور اللہ کے قدیم گھر کا طواف کریں "۔

***راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانا:**

یہ ایمان کے خصال میں سے ایک ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ» ”اور اس کا ادنی درجہ راستہ سے تکلیف والی چیز کو ہٹانا ہے “ (مسلم:۳۵)۔

بیان کردہ امور کے علاوہ اور بھی بدنی عبادات ہیں لیکن انہیں چند پر اکتفا کیا گیا ہے۔

۴-مالی عبادات

* تعبد الٰہی میں خرچ کئے جانے والے تمام اموال کا شمار مالی عبادات میں ہوتا ہے جیسے زکاۃ، صدقات، وصیت، اوقاف، عطیات وغیرہ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا ٱلصَّدَقَٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَٱلۡمَسَٰكِينِ وَٱلۡعَٰمِلِينَ عَلَيۡهَا وَٱلۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمۡ وَفِي ٱلرِّقَابِ وَٱلۡغَٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱبۡنِ ٱلسَّبِيلِۖ فَرِيضَةٗ مِّنَ ٱللَّهِۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٞ﴾ [التوبة:٦٠]

” صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں اور مسکینوں کے لئے، اور ان کے وصول کرنے والوں کے لئے، اور ان کے لئے جن کے دل پرچائے جاتے ہوں، اور گردن چھڑانے میں، اور قرض داروں کے لئے، اور اللہ کی راہ میں، اور مسافروں کے لئے، فرض ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ علم و حکمت والا ہے“۔

دوسری جگہ اللہ نے اس طرح فرمایا:

﴿وَمِنَ ٱلۡأَعۡرَابِ مَن يُؤۡمِنُ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ قُرُبَٰتٍ عِندَ ٱللَّهِ وَصَلَوَٰتِ ٱلرَّسُولِۚ أَلَآ إِنَّهَا قُرۡبَةٞ لَّهُمۡۚ سَيُدۡخِلُهُمُ ٱللَّهُ فِي رَحۡمَتِهِۦٓۚ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٞ رَّحِيمٞ﴾ [التوبة:٩٩]

"اور بعض اہل دیہات میں ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالی پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو عند اللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول کی دعا کا ذریعہ بناتے ہیں، یاد رکھو کہ ان کا یہ خرچ کرنا ان کے لئے موجب قربت ہے، ان کو اللہ تعالی ضرور اپنی رحمت میں داخل کرے گا، اللہ تعالی بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے"۔

*کھانا کھلانا :

اللہ تعالی نے فرمایا :﴿ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴿٨﴾ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَآءً وَلَا شُكُورًا ﴾ [الإنسان:٨-٩]"اور اللہ تعالی کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو *ہم تو تمہیں صرف اللہ تعالی کی رضامندی کے لئے کھلاتے ہیں نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکر گذاری"۔

اللہ کی ربوبیت (خالق، مالک، مدبر ہونے) پر ایمان لانا یہ اللہ کی الوہیت (لائق عبادت) اور اس کے تقاضے پر ایمان لانے کو مستلزم ہے، چنانچہ جو اللہ کے خالق و مالک اور اس کے مدبر ہونے کا اقرار کرے تو اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اللہ کی الوہیت کا اقرار کرے اور اسے عبادت میں تنہا و اکیلا سمجھے، اسی اقرار کی بنا پر مشرکین کے خلاف اللہ نے حجت قائم کی، اور قرآن کریم میں متعدد مقام پر اس کا ذکر کیا، اس کی چند مثالیں آپ کی خدمت میں پیش ہیں:

*اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعْبُدُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٢١﴾ ٱلَّذِى جَعَلَ لَكُمُ ٱلْأَرْضَ فِرَٰشًا وَٱلسَّمَآءَ بِنَآءً وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجَ بِهِۦ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا۟ لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ [البقرة:٢١-٢٢]" اے لوگو! اپنے

اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے کے لوگوں کو پیدا کیا، یہی تمہارا بچاؤ ہے * جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا، اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی، خبردار باوجود جاننے کے اللہ کے شریک مقرر نہ کرو"۔

*اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ ٱلسَّمْعَ وَٱلْأَبْصَٰرَ وَمَن يُخْرِجُ ٱلْحَىَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ ٱلْمَيِّتَ مِنَ ٱلْحَىِّ وَمَن يُدَبِّرُ ٱلْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ ٱللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣١﴾ فَذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمُ ٱلْحَقُّ ۖ فَمَاذَا بَعْدَ ٱلْحَقِّ إِلَّا ٱلضَّلَٰلُ ۖ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ ﴾

[یونس: ۳۱-۳۲] " آپ کہئے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے؟ ضرور وہ یہی کہیں گے کہ اللہ، تو ان سے کہئے کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے * سو یہ ہے اللہ تعالی جو تمہارا رب حقیقی ہے، پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے، پھر کہاں پھرے جاتے ہو؟"۔

*اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلِ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَٰمٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ ٱلَّذِينَ ٱصْطَفَىٰٓ ۗ ءَآللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٥٩﴾ أَمَّنْ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَنۢبَتْنَا بِهِۦ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَّا كَانَ لَكُمْ أَن تُنۢبِتُوا۟ شَجَرَهَآ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ ﴿٦٠﴾ أَمَّن جَعَلَ ٱلْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَٰلَهَآ أَنْهَٰرًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَٰسِىَ وَجَعَلَ بَيْنَ ٱلْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾ أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ

ٱلسُّوٓءَ وَيَجۡعَلُكُمۡ خُلَفَآءَ ٱلۡأَرۡضِۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِۚ قَلِيلٗا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾ أَمَّن
يَهۡدِيكُمۡ فِي ظُلُمَٰتِ ٱلۡبَرِّ وَٱلۡبَحۡرِ وَمَن يُرۡسِلُ ٱلرِّيَٰحَ بُشۡرَۢا بَيۡنَ يَدَيۡ رَحۡمَتِهِۦٓۗ أَءِلَٰهٞ
مَّعَ ٱللَّهِۚ تَعَٰلَى ٱللَّهُ عَمَّا يُشۡرِكُونَ ﴿٦٣﴾ أَمَّن يَبۡدَؤُاْ ٱلۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ وَمَن يَرۡزُقُكُم مِّنَ
ٱلسَّمَآءِ وَٱلۡأَرۡضِۗ أَءِلَٰهٞ مَّعَ ٱللَّهِۚ قُلۡ هَاتُواْ بُرۡهَٰنَكُمۡ إِن كُنتُمۡ صَٰدِقِينَ﴾ [النمل:٥٩-
٦٤]'' تو کہہ دے کہ تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے،اور اس کے بر گزیدہ بندوں پر سلام ہے، کیا اللہ تعالی بہتر ہے یا وہ جنہیں یہ لوگ شریک ٹھہرا رہے ہیں * بھلا بتاؤ تو کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ کس نے آسمان سے بارش برسائی؟ پھر اس سے ہرے بھرے بارونق باغات اگادیئے؟ ان باغوں کے درختوں کو تم ہر گز نہ اگا سکتے، کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بلکہ یہ لوگ ہٹ جاتے ہیں، (سیدھی راہ سے) * کیا وہ جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اس کے درمیان نہریں جاری کر دیں، اور اس کے لئے پہاڑ بنائے، اور دو سمندروں کے درمیان روک بنادی، کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے ؟ بلکہ ان میں سے اکثر کچھ جانتے ہی نہیں * بے کس کی پکار کو جبکہ وہ پکارے، کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے ؟ اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے، کیا اللہ تعالی کے ساتھ اور معبود ہے ؟ تم بہت کم نصیحت و عبرت حاصل کرتے ہو * کیا وہ جو تمہیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ دکھاتا ہے اور جو اپنی رحمت سے پہلے ہی خوش خبریاں دینے والی ہوائیں چلاتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے جنہیں یہ شریک کرتے ہیں، ان سب سے اللہ بلند و بالا تر ہے * کیا وہ جو مخلوق کی اول دفعہ پیدائش کرتا ہے پھر اسے لوٹائے گا اور جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزیاں دے رہا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے، کہہ دیجئے کہ اگر سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ''۔

مذکورہ بالا آیتوں کو پڑھ کر اور ان کے معانی پر غور کر کے آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اللہ تعالی نے
مشرکین کے توحید ربوبیت کے اقرار ہی کی بنا پر ان کے خلاف توحید الوہیت کے متعلق حجت قائم کی۔

*ایسے ہی اللہ سبحانہ تعالی نے مشرکین کے الہ کی الوہیت کو اس بنا پر باطل قرار دیا کہ ان کے اندر صفات
ربوبیت کی ادنی شئ بھی نہیں ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ
﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴿١٩٢﴾ وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا
يَتَّبِعُوكُمْ ۚ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنتُمْ صَامِتُونَ ﴿١٩٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ
اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ ۖ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٩٤﴾
أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا ۖ أَمْ
لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۗ قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنظِرُونِ ﴿١٩٥﴾ إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ
الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿١٩٦﴾ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ
نَصْرَكُمْ وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴿١٩٧﴾ وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَسْمَعُوا ۖ وَتَرَاهُمْ
يَنظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴾ [الأعراف:١٩١-١٩٨] ''کیا ایسوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو
کسی چیز کو پیدا نہ کر سکیں، بلکہ وہ خود ہی پیدا کئے گئے ہوں *اور وہ ان کو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے بلکہ
وہ خود بھی اپنے آپ کی مدد نہیں کر سکتے *اور اگر تم ان کو کوئی بات بتلانے کو پکارو تو تمہارے کہنے پر نہ
چلیں، تمہارے اعتبار سے دونوں امر برابر ہیں، خواہ تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو *واقعی تم اللہ کو چھوڑ
کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں، سو تم ان کو پکارو، پھر ان کو چاہیے کہ تمہارا کہنا
کر دیں اگر تم سچے ہو *کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہوں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ کسی چیز کو

تھام سکیں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں، یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں، آپ کہہ دیجئے تم اپنے سب شرکاء کو بلالو، پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو، پھر مجھ کو ذرا مہلت مت دو* یقیناً میرا مددگار اللہ تعالی ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد کرتا ہے* اور تم جن لوگوں کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں* اور ان کو اگر کوئی بات بتلانے کو پکارو تو اس کو نہ سنیں، اور ان کو آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں اور وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے "۔

*اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَٱتَّخَذُواْ مِن دُونِهِۦٓ ءَالِهَةً لَّا يَخۡلُقُونَ شَيۡـٔٗا وَهُمۡ يُخۡلَقُونَ وَلَا يَمۡلِكُونَ لِأَنفُسِهِمۡ ضَرّٗا وَلَا نَفۡعٗا وَلَا يَمۡلِكُونَ مَوۡتٗا وَلَا حَيَوٰةٗ وَلَا نُشُورٗا﴾ [الفرقان:٣] " ان لوگوں نے اللہ کے سوا جنہیں اپنے معبود ٹھہرا رکھے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں، یہ تو اپنی جان کے نقصان و نفع کا بھی اختیار نہیں رکھتے، اور نہ موت و حیات کے اور نہ دوبارہ جی اٹھنے کے وہ مالک ہیں "۔

*اللہ کا ارشاد ہے:

﴿قُلِ ٱدۡعُواْ ٱلَّذِينَ زَعَمۡتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِۖ لَا يَمۡلِكُونَ مِثۡقَالَ ذَرَّةٖ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِي ٱلۡأَرۡضِ وَمَا لَهُمۡ فِيهِمَا مِن شِرۡكٖ وَمَا لَهُۥ مِنۡهُم مِّن ظَهِيرٖ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَنفَعُ ٱلشَّفَٰعَةُ عِندَهُۥٓ إِلَّا لِمَنۡ أَذِنَ لَهُۥۚ حَتَّىٰٓ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمۡ قَالُواْ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمۡۖ قَالُواْ ٱلۡحَقَّۖ وَهُوَ ٱلۡعَلِيُّ ٱلۡكَبِيرُ﴾ [سبأ:٢٢-٢٣] " کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے

(سب) کو پکار لو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے نہ ان میں کوئی حصہ ہے، نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے *شفاعت (سفارش) بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی، بجز ان کے جن کے لئے اجازت ہو جائے، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے تو پوچھتے ہیں تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا، اور وہ بلند و بالا اور بہت بڑا ہے“۔

عبادت الٰہی میں شرک کے مراتب

اسی لئے اللہ کی عبادت میں شرک کے بھیانک نتائج پائے جاتے ہیں، درج ذیل سطور میں اس کے یہ درجات ہیں:

۱-شرک تمام ظلم میں سب سے بڑا ظلم ہے:

اللہ نے فرمایا:﴿إِنَّ ٱلشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيمٞ﴾ [لقمان:۱۳]”بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے“۔

کیونکہ شرک رب العالمین کی شان میں نقص کا سبب ہے، اوراس کا خالص حق غیر کے سپرد کرنا ہے، اور اس کے ماسوا کو اس کے برابر قرار دینا ہے، جیسا کہ اللہ نے اس کے متعلق وضاحت فرمائی ہے:﴿ثُمَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ بِرَبِّهِمۡ يَعۡدِلُونَ﴾ [الأنعام:۱]”پھر بھی کافرلوگ (غیر اللہ کو) اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں“۔

۲-شرک تمام کبائر میں سب سے بڑا گناہ ہے:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «أَلاَ أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الكَبَائِرِ؟» ثَلاَثًا، قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «الإِشْرَاكُ بِاللَّهِ» ”کیا میں تمہیں بڑے گناہوں میں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں آگاہ نہ کردوں؟“یہی بات آپ ﷺ نے تین بار دہرائی، تو صحابہ کرام نے عرض کیا: ضرور، ہمیں بتائیں اے اللہ کے رسول! تو آپ ﷺ نے فرمایا:”وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے“

(بخاري:۲۶۵۴، مسلم:۸۷)۔

۳-شرک بڑے گناہوں میں سے سب سے عظیم گناہ ہے:

نبی اکرم ﷺ سے یہ پوچھا گیا: أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ؟ قَالَ: «أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ» اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس اللہ نے تمہیں پیدا کیا ہے اس اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا'' (بخاري: ۴۴۷۷، مسلم: ۸۶)۔

۴-شرک فطرت کے بر خلاف اوندھے منھ گرنا اور گمراہی میں بھٹکنا ہے:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَمَن يُشۡرِكۡ بِٱللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَتَخۡطَفُهُ ٱلطَّيۡرُ أَوۡ تَهۡوِي بِهِ ٱلرِّيحُ فِي مَكَانٖ سَحِيقٖ﴾ [الحج: ۳۱] ''سنو! اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا گویا آسمان سے گر پڑا، اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی دور دراز کی جگہ پھینک دے گی''۔

شرک کا انجام

شرک کی عظیم قباحت کے پیش نظر اللہ نے اس کے چند دنیاوی اور اخروی احکام بیان کیا ہے، جو درج ذیل ہیں

۱-عدم بخشش:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغۡفِرُ أَن يُشۡرَكَ بِهِۦ وَيَغۡفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُۚ وَمَن يُشۡرِكۡ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱفۡتَرَىٰٓ إِثۡمًا عَظِيمًا﴾ [النساء: ٤٨] '' یقیناً اللہ تعالی اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے، اور جو اللہ تعالی کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا''۔

۲-جنت سے محرومی اور جہنم میں ہمیشگی کا ٹھکانا:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّـٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴾ [المائدة:۷۲] ”یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالی نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے، اور گنہ گاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا“۔

۳-تمام اعمال کی تباہ کاری:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ وَلَقَدْ أُوحِىَ إِلَيْكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَـٰسِرِينَ ﴾ [الزمر:٦٥] ”یقینا تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے، کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلا شبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا“۔

۴-جان ومال کی عدم حفاظت:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ فَإِذَا ٱنسَلَخَ ٱلْأَشْهُرُ ٱلْحُرُمُ فَٱقْتُلُوا۟ ٱلْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَٱحْصُرُوهُمْ وَٱقْعُدُوا۟ لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا۟ وَأَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ فَخَلُّوا۟ سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ [التوبة:٥] ”پھر حرمت والے مہینوں کے گذرتے ہی مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو، انہیں گرفتار کرو، ان کا محاصرہ کر لو، اور ان کی تاک میں ہر گھاٹی میں جا بیٹھو، ہاں اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکاۃ ادا کرنے لگیں تو تم ان کی راہیں چھوڑ دو، یقینا اللہ تعالی بخشنے والا مہربان ہے“۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لاَ إِلَهَ إِلا اللَّهُ، فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ» ”مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک کہ وہ یہ کہیں: اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ،البتہ جس نے یہ اعتراف کر لیا تو مجھ سے اس کا مال و جان محفوظ ہو گیا، سوائے اسلامی حق کے (قصاص)، اور اس کا حساب اللہ پر ہے“ (بخاري :۱۳۹۹، مسلم: ۲۰)۔

توحید الوہیت میں گمراہ ہونے والے فرقے

توحید الوہیت کے باب میں بہت سے فرقے گمراہ ہو گئے، ان کی نشان دہی آنے والے سطور میں ملاحظہ فرمائیں:

۱-بت پرست:

ان کے مختلف قسم کے معبودات ہیں جیسے درخت، پتھر، انسان، جن، فرشتے، ستارے، اور حیوانات وغیرہ جن کے ذریعہ سے شیطان نے انہیں گمراہ کر رکھا ہے۔

۲-قبر پرست:

یہ وہ لوگ ہیں جو قبر میں مدفون مردوں کو پکارتے ہیں، ان کے نام کی نذر و نیاز کرتے ہیں، اور ان سے نفع پہنچانے اور نقصان دور کرنے کی فریاد کرتے ہیں۔

۳-جادو گر، ڈھونگی بابا، نجومی:

یہ وہ لوگ ہیں جو جنوں کی عبادات اس بنا پر کرتے ہیں کہ وہ انہیں راز کی باتیں بتاتی ہیں، یا ان کے لئے بعض عجوبے پیش کرتی ہیں، یا ان کے لئے کچھ بنا کے دکھاتے ہیں۔

شرک کے اسباب وذرائع

عبادت میں شرک کے رونما ہونے کے عظیم خطرات کے پیش نظر اللہ کے نبی ﷺ نے ان تمام اُسباب سے بھی دور رہنے کا حکم دیے جن کے ذریعہ وہاں تک رسائی ممکن ہو، اوران سارے راستوں کو بند کر دیا جو شرک میں واقع ہونے میں اہم کردار نبھاتے ہوں، آیئے اس کی چند مثالیں ملاحظہ کریں:

۱-صالحین کی شان میں غلو کرنے کی ممانعت:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: « إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ، فَإِنَّما أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ» " دین میں غلو سے بچو، کیونکہ دین میں غلو (حد سے تجاوز) ہی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک وبرباد کیا ہے" (نسائی:۳۰۵۹، ابن ماجہ:۳۰۲۹، مسند احمد:۱/۲۱۵، ۳۴۷، ۵/۱۲۷، صحیح)۔

ایک دوسری حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «لاَ تُطْرُونِي، كَمَا أَطْرَتْ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ، فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ، وَرَسُولُهُ» "مجھے اس طرح بڑھا چڑھا کر بیان نہ کرو جس طرح عیسائیوں نے عیسی بن مریم کے ساتھ کیا، میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، اس لئے تم لوگ مجھے اللہ کا بندہ اوراس کا رسول کہو " (بخاري:۳۴۴۵)۔

صالحین کی شان میں غلو کا ہی ایک بڑا حصہ ان سے وسیلہ پکڑنا ہے، اور وسیلے کی چند صورتیں ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

۱-ملت اسلام سے خارج کرنے والا شرکیہ وسیلہ:

اور وہ ہے اللہ کو چھوڑ کر کسی غیر کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے پکارنا۔

۲-ایسا بدعی وسیلہ جو شرک کے درجہ کو نہ پہنچے:

اور وہ ہے اللہ کے لئے ایسا وسیلہ ڈھونڈنا جسے اللہ نے جائز ومشروع نہیں کیا ہے، جیسے صالحین کی ذات، یا ان کی جاہ، یا ان کے حق، یا ان کی آبرو وغیرہ کو وسیلہ بنانا۔

۳-جائز وسیلہ:

اللہ پر ایمان اور اس کی اطاعت کا وسیلہ، اللہ کے ناموں میں سے کسی نام کے ساتھ اس کو پکار کر وسیلہ، یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کو بیان کرکے وسیلہ، یا اپنے کئے وہوئے کسی نیک کام کا وسیلہ، یا کسی عام حالت میں نیک بندے سے طلب دعا کا وسیلہ، یہ سب وسیلہ کی جائز ومشروع شکلیں ہیں۔

اور رہی بات جو عمر رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی تھی: «اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا» "اے اللہ! ہم اپنے نبی کے ذریعہ تیرا وسیلہ ڈھونڈتے تھے، اور تو ہم پر ابر باراں نازل فرماتا تھا، اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کے ذریعہ تیرا وسیلہ پکڑتے ہیں، تو تو ہم پر بارش نازل فرمادے"، (بخاری: ۱۰۱۰)۔

مذکورہ دعا میں عمر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا وسیلہ بنایا، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ دار تھے، اور انہوں نے عباس رضی اللہ عنہ کی ذات کو وسیلہ نہیں بنایا، کیونکہ اگر کسی کی ذات سے وسیلہ پکڑنا جائز و درست ہی ہوتا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو وسیلہ بناتے، گرچہ آپ وفات فرما چکے تھے۔

۲-قبروں کو فتنہ گاہ بنانے کی ممانعت:

اور اس کی چند شکلیں ہیں:

* قبروں کو سجدہ گاہ بنانا: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں: جب رسول اللہ کا وقت نزاع آیا تو آپ اپنی چادر کو برابر اپنے چہرے پر ڈالتے، اور جب کچھ افاقہ محسوس کرتے تو اس کو ہٹا دیتے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی حالت میں یہ فرماتے: «لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى اليَهُودِ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ» " یہود و نصاری پر اللہ کی لعنت اور اس کی پھٹکار ہو، انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنالیا"، اور آپ (اپنی امت کو) یہود و نصاری جیسے کرنے سے ڈرا رہے تھے، اور

اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ کی قبر بھی اونچی کر دی گئی ہوتی، سوائے اس بات کے کہ آپ کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ اسے مسجد بنالیا جائے گا(بخاري :۴۳۵،۴۳۶ ،۱۳۹۰، مسلم:۵۲۹ ،۵۳۱)۔

ایک دوسری حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: « أَلا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ، أَلا فَلا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ، إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ» ”خبردار! تم سے پہلے لوگ اپنے پیغمبروں اور نیک لوگوں کی قبروں کو مساجد بنالیتے تھے، خبردار! تم قبروں کو مساجد مت بنانا، میں تم سب کو اس سے منع کر رہا ہوں “ (مسلم:۵۳۲)۔

اور قبروں کو مساجد بنانے کا مطلب ہے اس کے پاس نماز پڑھنے کا ارادہ کرنا، گرچہ اس پر مسجد کی تعمیر نہ ہوئی ہو، کیونکہ مسجد اصل میں سجدے کی جگہ کو کہتے ہیں۔

*** قبروں پر عمارت کھڑی کرنا، باہر سے مٹی لا کر اسے اونچی بنانا، اور اس کا چونا گچ کرنا:**

ابو الہیاج الاسدی رحمہ اللہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: ” کیا میں آپ کو اس مہم پر روانہ نہ کروں جس کے لئے مجھے رسول اللہ ﷺ نے روانہ کیا تھا، (وہ یہ تھی) جتنی بھی مورتیاں ملیں انہیں توڑ دینا، اور جتنی بھی اونچی قبریں ملیں اسے زمین کے برابر کر دینا“ (مسلم:۹۶۹)۔

ایک دوسری حدیث جو جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے قبر کو چونا گچ کرنے، اس پر بیٹھنے، اور اس پر عمارت کھڑی کرنے سے منع فرمایا ہے، (مسلم:۹۷۰)۔

اس لئے اسی ممانعت میں قبروں پر قبے بنانا، اس پر نقش و نگار کرنا، اور اسے جھومروں وغیرہ سے آراستہ کرنا سب شامل ہے۔

***قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا:**

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: «لاَ تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلا إِلَى ثَلاثَةِ مَسَاجِدَ: المَسْجِدِ الحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَسْجِدِ الأَقْصَى» ''تین مساجد چھوڑ کر کسی اور کی طرف (بغرض عبادت) رخت سفر نہیں باندھا جا سکتا: مسجد حرام (مکہ) مسجد نبوی (مدینہ) مسجد اقصی (فلسطین)'' (بخاري :۱۱۸۹، مسلم:۲۵۹)۔

***رسول اللہ ﷺ کی قبر پر میلہ لگانا :**

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا» '' میری قبر کو تم لوگ میلہ نہ بناؤ'' (ابو داود:۲۰۴۲)۔

عید کا مطلب: جس جگہ برابر آنا جانا ہو، اوراس سے قصد کسی خاص وقت یا جگہ ہو۔

۳- مشرکین اور یہود و نصاری کے اعتقادات، عبادات، اوران کی خاص عادات کی مشابہت اختیار کرنے سے بچنا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : «خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ» '' مشرکین کی مخالفت کرو''(بخاري : ۵۸۹۲، مسلم:۲۵۹)۔

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «خَالِفُوا الْمَجُوسَ» '' مجوس(آتش پرست) کی مخالفت کرو'' (مسلم:۲۶۰)۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «خَالِفُوا الْيَهُودَ» ''یہودیوں کی مخالفت کرو '' (ابو داؤد:٦٥٢، صحیح)۔

۴-تصویر کشی کی ممانعت:

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملک حبشہ کے ایک گرجاگھر (چرچ) کا تذکرہ کیا جسے انہوں نے دیکھا تھا، اور اس میں بنی ہوئی بہت ساری تصویروں کا بھی ذکر کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «أُولَئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ، بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ، أُولَئِكَ شِرَارُ الخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ» ”وہ ایسی قوم ہیں، جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر مسجد تعمیر کر دیتے، اور اس میں ان کی تصاویر چسپاں کر دیتے، اللہ کے نزدیک یہی لوگ بد ترین مخلوق ہیں“ (بخاري:۴۳۴، مسلم:۵۲۸)۔

۵-شرکیہ الفاظ استعمال کرنے کی ممانعت:

اور اس کی چند شکلیں ہیں:

***غیر اللہ کی قسمیں کھانا:**

جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ» ”جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی تو بلاشک اس نے کفر کیا یا شرک کا مرتکب ہوا“ (ترمذی:۱۵۳۵، واللفظ لہ، ابو داؤد:۳۲۵۱، صحیح)۔

***اللہ کی مشیئت کو مخلوق کی مشیئت کے برابر بنانا:**

جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس شخص سے یہ کہنا جس نے آپ سے یہ کہا کہ جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں: «أَجَعَلْتَنِي لِلَّهِ عَدْلاً؟ قُلْ: مَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدَهُ» ”کیا تو نے مجھے اللہ کا ہم پلہ بنا دیا، اس طرح بول: جو صرف ایک اللہ چاہے“ (نسائي سنن کبری:۱۰۷۵۹، صحیح)۔

*یہ کہنا: ہم اس نچھتر یا ستارہ سے برسائے گئے ہیں:

ایک حدیث قدسی میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: «وَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ» " لیکن جس نے یہ کہا: فلاں فلاں نچھتر کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی ہے، تو میرا انکار کرنے والا اور ستاروں پر ایمان رکھنے والا ہے،" (بخاري :٨٤٦، مسلم :٧١)۔

اسی حدیث پر ان تمام بات کا قیاس کیا جائے گا جس کی نسبت تدبیر غیر اللہ کو شامل ہو گی۔

٦-شرک تک پہنچانے والے اعمال کی ممانعت:

اور اس کی چند شکلیں ہیں:

*بلائیں ہٹانے اور اسے دور کرنے کے مقصد سے گلے یا ہاتھ میں چھلے اور دھاگے باندھنا:

عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں پیتل کا ایک کڑا ہے، تو آپ نے پوچھا:: «وَيْحَكَ مَا هَذِهِ؟» قَالَ: مِنَ الْوَاهِنَةِ، قَالَ: «أَمَا إِنَّهَا لا تَزِيدُكَ إِلا وَهْنًا انْبِذْهَا عَنْكَ؛ فَإِنَّكَ لَوْ مِتَّ وَهِيَ عَلَيْكَ مَا أَفْلَحْتَ أَبَدًا» "تیری بربادی ہو، یہ کیسا کڑا ہے""؟ تو اس نے جواب دیا: یہ واہنہ کی بیماری سے بچنے کے لئے ہے، تو آپ نے فرمایا: "اسے نکال پھینکو! اس لئے کہ یہ تمہارے اندر مزید وہن پیدا کر دے گا، اور اسے پہننے کی حالت میں اگر تو مر گیا تو تجھے کبھی بھی کامیابی نصیب نہ ہو گی " (مسند احمد: ٢٠٠٠٠، واللفظ لہ، ابن ماجہ: ٣٥٣١، ابن حبان: ٦٠٨٥، ضعیف (البانی))۔

*** نظر بد سے بچنے کے لئے تعویذ گنڈے لٹکانا، سیپیاں پہننا، تانت باندھنا، اور پٹے لٹکانا:**

جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: «مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً، فَلا أَتَمَّ اللَّهُ لَهُ، وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدَعَةً، فَلا وَدَعَ اللَّهُ لَهُ» ”جس شخص نے کوئی تعویذ لٹکایا، اللہ اس کی مراد پوری نہ کرے، اور جس شخص نے سیپی باندھا اللہ تعالی اسے بھی آرام نہ دے“ (مسند احمد: ۱۷۴۰۴، ابن حبان: ۶۰۸۶، مستدرک حاکم: ۷۵۰۸، ضعیف (البانی) اور بعض لوگوں نے متابعات و شواہد کی بنا پر اس روایت کو حسن کا درجہ دیا ہے)۔

اور ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: « مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ» ”جس نے تعویذ لٹکایا اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا“ (مسند احمد: ۱۷۴۲۲، مستدرک حاکم: ۷۵۱۳، صحیح)۔

اور ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: «لاَ يَبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلاَدَةٌ مِنْ وَتَرٍ، أَوْ قِلاَدَةٌ إِلا قُطِعَتْ» ”کسی اونٹ کی گردن میں تانت سے لٹکایا گیا کوئی پٹہ نہ چھوڑا جائے، بلکہ سب کے سب کاٹ دیئے جائیں“ (بخاري: ۳۰۰۵، مسلم: ۲۱۱۵)۔

*** جھاڑ پھونک، شرکیہ دم، اور عملیات محبت:**

ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ الرُّقَى، وَالتَّمَائِمَ، وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ» ”جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈے اور عملیات محبت (جادو) شرک ہے“ (أبو داؤد: ۳۸۸۳، ابن ماجہ: ۳۵۳۰، ضعیف، تراجع الالبانی، رقم: ۱۴۲)۔

التِّوَلَة کا معنی: اہل عرب ایسی چیز بناتے تھے کہ ان کے گمان کے مطابق اس سے بیوی اور خاوند کے درمیان محبت پیدا ہو جائے گی۔

*شرک کی جگہوں میں جانور ذبح کرنا:

ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بوانہ مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی، چنانچہ اس نے اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟» قَالُوا: لا، قَالَ: «هَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ؟»، قَالُوا: لا، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّهُ لا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ، وَلا فِيمَا لا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ» ''کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا جس کی پوجا کی جارہی ہو'' ؟لوگوں نے کہا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید پوچھا: ''کیا وہاں مشرکین کا کوئی میلا لگتا تھا''؟لوگوں نے کہا: نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنی نذر پوری کرلو، کیونکہ جو نذر اللہ کی نافرمانی کی ہو اسے پورا کرنا درست نہیں، اور اسی طرح جس نذر کا پورا کرنا انسان کے بس میں نہ ہو اسے بھی پورا کرنا ضروری نہیں''(أبوداؤد:٣٣١٣، واللفظ له، ابن ماجه: ٢١٣٠، صحيح)۔

*بدفالی و بدشگونی:

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «الطِّيَرَةُ شِرْكٌ، الطِّيَرَةُ شِرْكٌ» ''بدفالی شرک ہے، بدفالی شرک ہے''(أبوداؤد:٣٩١٠، ابن ماجه:٣٥٣٨، صحيح)۔

عمومی طور پر جس کسی نے کوئی ایسا سبب ثابت کیا جس کو اللہ نے نہ حسی طور پر اور نہ ہی شرعی طور پر اسے سبب بنایا ہو، تو یقینا ایسا شخص شرک میں واقع ہو جائے گا، یا شرک کی راہ پالے گا۔

۴-اللہ کے اسماء اور اس کی صفات پر ایمان

ایسا مضبوط اعتقاد کہ اللہ تعالی کے اسماء حسنی اور صفات عالیہ ہیں، اور بغیر مثل اور کیفیت بیان کئے اس کی تمام صفات کمال اور عظیم خوبیاں اس کی ذات کے لئے ایسے ہی ثابت کرنا جیسے اس نے اپنی کتاب میں اور اس کے نبی نے اپنی حدیثوں میں ثابت کیا ہے، اور بغیر تحریف و تعطیل کے نقص و عیب اور مخلوقات کی مماثلت کے جملہ صفات سے ایسے ہی نفی کرنا جس طرح اس نے اپنی ذات کے تعلق سے اپنی کتاب میں اور اس کے نبی نے اپنی سنت میں کیا ہے، جیسا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَلِلَّهِ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ فَٱدْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا۟ ٱلَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِىٓ أَسْمَٰٓئِهِۦ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ﴾ [الأعراف: ۱۸۰] "اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں، سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو، اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی "۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ﴾ [الشوري: ۱۱] " اس کی جیسی کوئی چیز نہیں وہ سننے اور دیکھنے والا ہے"۔

اللہ تعالی کے اسماء و صفات توقیفی ہیں، جنہیں خالی عقل ثابت نہیں کر سکتی، اللہ کے انہیں اوصاف اور خوبیوں کو بیان کیا جا سکتا ہے جنہیں اس نے خود یا اس کے رسول نے بیان کیا ہے، اور قرآن و حدیث کے بیان کردہ اوصاف سے کسی بھی قیمت پر ہٹا بھی نہیں جا سکتا ہے، چنانچہ جن اوصاف سے اللہ اور اس کے رسول خاموش ہیں تو وہاں سب کا خاموش رہنا واجب ہے، اور اس میں مثبت اور منفی دونوں شکلوں میں توقف اختیار کرنا واجب ہے، اور قائل کی مراد کے متعلق تفصیل طلب کرنے سے اگر صحیح معنی مقصود

ہے تو معنی قبول کر لیا جائے گا، اور لفظ رد کر دیا جائے گا، اور اگر غلط معنی بیان کیا گیا تو لفظ اور معانی دونوں رد کر دیئے جائیں گے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ۚ إِنَّ ٱلسَّمْعَ وَٱلْبَصَرَ وَٱلْفُؤَادَ كُلُّ أُو۟لَٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔولًا ﴾ [الإسراء:٣٦] ”جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ، کیونکہ کان اور آنکھ اور دل، ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے“۔

اور اللہ تعالی کے اسماء حسن کے غایت درجہ تک پہنچے ہوئے ہیں، جو اس کی ذات پر علم ہیں نیز اس کی ذات کے لئے صفات بھی ہیں، اور اللہ کی جملہ صفات کامل ہیں جس میں کسی بھی شکل میں نقص کا وجود نہیں ہے، اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ وَلَهُ ٱلْمَثَلُ ٱلْأَعْلَىٰ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ وَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴾ [الروم:٢٧] ”اسی کی بہترین اور اعلی صفت ہے آسمانوں میں اور زمین میں بھی، اور وہی غلبہ والا اور حکمت والا ہے“۔

تمام اُسماء الٰہی اپنی حقیقت پر برحق ہیں، اس لئے بغیر کسی تحریف کے ان کے ظاہری صورت ہی پر ان کو باقی رکھنا واجب ہے، اور اس میں کجروی اختیار کرنا ہر انداز سے حرام ہے، جیسے تعطیل، تمثیل، یا ایسے نام ایجاد کرنا جسے اللہ نے اپنی ذات کے لئے موسوم ہی نہیں کیا ہے، یا اللہ سبحانہ تعالی کے نام سے بتوں کے نام کو مشتق کرنا (نکالنا)، جیسے یہ کہنا کہ لات الہ سے بنا ہے، اور عزی عزیز سے اور منات منان سے بنا ہے، ایسا کرنا صراصر حرام ہے۔

انہیں اسماء سے اللہ کو پکارنا واجب ہے، چاہے یہ پکار فریاد کی ہو یا پھر عبادت کی ہو، اور ایسے ہی ان ناموں کا شمار کرنا، ان کے معانی کا سمجھنا، اور ان کے آثار کے متعلق غور فکر کرنا، اور ان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنا مناسب ہے، اور یہ تمام علوم میں سب سے زیادہ معزز و شرف والا علم ہے۔

صفات الٰہی کی چند قسمیں

ا-ذاتی صفات:

اس سے مقصود وہ صفات ہیں جو باری تعالی کی ذات مقدس سے جڑی ہوئی ہیں، جیسے حیات، سمع (سننا) بصر (دیکھنا) علم، قدرت، ارادہ، حکمت، قوت وغیرہ۔

۲- فعلی صفات:

اس سے مقصود اللہ کی وہ صفات ہیں جو اس کی مشیئت اور حکمت سے جڑی ہوئی ہیں کہ وہ جب چاہتا ہے، جیسا چاہتا ہے، اور جیسے اس کی حکمت کے تقاضے ہوتے ہیں وہ کر گذرتا ہے، جیسے استواء (بلند ہونا) نزول (نازل ہونا) محبت، بغض، فرح، عجب (تعجب) ضحک (ہنسنا) مجی (آنا) یہ اور اس کے علاوہ وہ تمام خوبیاں جسے قرآن نے بیان کیا ہے یا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔

اور بعض صفات کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ مشترک ہیں، جیسے صفت کلام، کہ وہ ذاتی بھی ہے اور فعلی بھی، اصل صفت کے اعتبار سے یہ ذاتی ہے، اور آحاد اور افراد کے اعتبار سے فعلی ہے، یا یہ کہا جاتا ہے کہ قدیم النوع اور حادث الآحاد ہے۔

اور بعض صفات کے متعلق یہ قول بھی ہے کہ وہ خبری صفات ہیں، یعنی عقل سے ہٹ کر، جس کے ثبوت کا راستہ صرف خبر ہی ہے، جیسے چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں آنکھ، پیر، یا ان کے علاوہ دیگر صفات جو حدیث سے ثابت ہیں۔

قرآن، سنت، اور اجماع سے ثابت شدہ صفات الٰہی

۱-صفت علو:

صفت علو کی تین نوعیتیں ہیں:

*علو قدر و منزلت: یعنی اللہ سبحانہ تعالی اپنی تمام صفات میں سب سے اکمل، اتم اور اعلی صفات کا حامل ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَلِلَّهِ ٱلۡمَثَلُ ٱلۡأَعۡلَىٰۚ﴾ [النحل: ٦٠] ''اور اللہ کے لئے تو بہت ہی بلند صفت ہے''۔

*علو قدرت و سطوت: یعنی عزت، قوت اور غلبہ اللہ ہی کو سزاوار ہے، اور یہ خوبی اللہ کی کسی بھی مخلوق کو حاصل نہیں، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَهُوَ ٱلۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهِۦۚ﴾ [الأنعام:١٨] ''اور وہی اللہ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے برتر ہے''۔

*علو ذاتی: یعنی اللہ تعالی اپنی ذات کے ساتھ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے، اپنی مخلوق سے الگ ہے، اور اللہ کے اندر اس کی مخلوق کا کوئی جزء نہیں ہے، اور نہ ہی اس کی مخلوق میں اس کا کوئی جز ہے، اس کی ذات پاک ہے، اور ہم اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں، اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ءَأَمِنتُم مَّن فِي ٱلسَّمَآءِ﴾ [الملك:١٦] '' کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے''۔

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے لونڈی سے پوچھا: «أَيْنَ اللهُ؟» قَالَتْ: فِي السَّمَاءِ، قَالَ: «مَنْ أَنَا؟» قَالَتْ: أَنْتَ رَسُولُ اللهِ، قَالَ: «أَعْتِقْهَا، فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ» ''اللہ کہاں ہے''؟ تو اس نے جواب دیا: آسمان میں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں کون ہوں''؟ جواب دیا: آپ رسول اللہ ہیں، آپ نے ﷺ فرمایا: ''اسے آزاد کر دو، کیونکہ یہ مؤمنہ ہے'' (مسلم: ۵۳۷)۔

قرآن وسنت، اجماع اور عقل وفطرت کی بے شمار دلائل اللہ کے علو ذاتی کو ثابت کرتی ہیں، اور علو یہ اللہ کی ذاتی صفت ہے۔

۲۔صفت استواء:

اللہ نے فرمایا: ﴿ثُمَّ ٱسۡتَوَىٰ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ﴾ [الأعراف:٥٤] ”پھر وہ عرش پر مستوی ہوا “۔

قرآن کریم میں یہ آیت اسی طرح چھ جگہوں پر آئی ہوئی ہے، اور ساتویں جگہ اس طرح ہے: ﴿ٱلرَّحۡمَٰنُ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ ٱسۡتَوَىٰ﴾ [طه:٥] ” رحمن عرش پر قائم ہے“۔

استواء: استواء کا مطلب ہے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بعد اللہ اپنے عرش پر بلند ہوا، اور یہ ایسی بلندی ہے جو اس کے جلال اور عظمت کے شایان شان ہے جس میں مخلوق کے استواء کی مثال نہیں دی جاسکتی، اور عرش پر مستوی ہونا یہ اللہ کی فعلی صفت ہے۔

۳۔صفت کلام:

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿قُل لَّوۡ كَانَ ٱلۡبَحۡرُ مِدَادٗا لِّكَلِمَٰتِ رَبِّي لَنَفِدَ ٱلۡبَحۡرُ قَبۡلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَٰتُ رَبِّي وَلَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِهِۦ مَدَدٗا﴾ [الكهف:١٠٩] ”کہہ دیجئے کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کے لئے سمندر سیاہی بن جائے تو وہ بھی میرے رب کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا، گو ہم اسی جیسا اور بھی اس کی مدد میں لے آئیں“۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ تَكۡلِيمٗا﴾ [النساء:١٦٤] ” اور موسی علیہ السلام سے اللہ تعالی نے صاف طور پر کلام کیا“۔

ایک اور مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿وَلَمَّا جَآءَ مُوسَىٰ لِمِيقَٰتِنَا وَكَلَّمَهُۥ رَبُّهُۥ﴾ [الأعراف:١٤٣] ”اور جب موسی علیہ السلام ہمارے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں“۔

صفت کلام کا مطلب: یہ ہے کہ اللہ تعالی حقیقی کلام فرماتا ہے، جو قابل سماعت ہے، اس کے حروف و اصوات ہیں، وہ مخلوقات کے کلام سے مشابہت نہیں رکھتے، اور وہ جب چاہتا ہے، جو چاہتا ہے، جیسے چاہتا ہے صدق وعدل کی گفتگو کرتا ہے، اور ایسے کلمات کے ساتھ جو ختم ہونے والے نہیں، وہ ماضی میں ہمیشہ سے اور ہمیشہ کلام کرنے والا ہے، اور یہ اللہ کی ذاتی صفت ہے اصل کے اعتبار سے اور اس کے آحاد اور افراد کے اعتبار سے فعلی صفت ہے۔

صفات کے یہ جملہ اقسام اپنی حقیقت کی بنیاد پر برحق ہیں، اس لئے یہ جیسے وارد ہوئے ہیں ویسے ہی ان کا ثابت کرنا اور بروئے کار لانا واجب ہے، ساتھ ہی بغیر تحریف وتعطیل اور تمثیل وتکییف کے انہیں ان کے ظاہری حالت پے جاری وساری رکھنا ضروری ہے، اور یہی ضابطہ جملہ صفات کا ہے، اس لئے چند صفات کے متعلق گفتگو کرنا باقی صفات کے متعلق ہوبہو گفتگو کرنا ہے، اور جس نے ان کے درمیان تفریق کیا تو گویا اس نے بغیر دلیل کے فیصلہ کیا۔

اللہ کے اسماء وصفات کے باب میں گمراہ ہونے والے گروہ

اہل قبلہ میں سے اللہ کے اسماء وصفات کے باب میں بہت سے گروہ گمراہی کے شکار ہوگئے، جن کی تفصیل یہ ہے:

ا-اہل تمثیل کا تعارف (صفات الہی کو مخلوقات کی صفات جیسے یا اس کے مشابہ کہنے والے):

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صفات الہی کو ثابت کرنے میں مبالغہ کے اس حد تک پہنچ گئے کہ تمثیل میں واقع ہوگئے، اور ان کا شبہ یہ ہے کہ یہ بالکل نصوص کے تقاضے کے مطابق ہیں، کیونکہ اللہ نے لوگوں کو انہیں چیزوں سے مخاطب کیا ہے مخلوقات میں جن سے وہ متعارف ہیں۔

اہل تمثیل کی تردید

*اور چند طریقوں سے ان کی تردید کی گئی ہے، تفصیل ملاحظہ کریں:

پہلا: اللہ نے مثل، ہمسری اور شراکت کی محکم اور صریح آیتوں کے ذریعہ اپنی ذات سے نفی کی ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٞۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ ﴾ [الشوری:١١] ''اس جیسی کوئی چیز نہیں وہ سننے اور دیکھنے والا ہے''۔

اور اللہ کا فرمان ہے:

﴿ فَلَا تَجۡعَلُواْ لِلَّهِ أَندَادٗا وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ﴾ [البقرة:٢٢] ''خبر دار باوجود جاننے کے اللہ کے شریک مقرر نہ کرو''۔

ایک اور مقام پر اللہ نے اس طرح فرمایا: ﴿ وَلَمۡ يَكُن لَّهُۥ كُفُوًا أَحَدُۢ ﴾ [الإخلاص:٤] ''اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے''۔

اور واضح رہے کہ اللہ کے کلام میں تناقض کا پایا جانا محال ہے۔

دوسرا: عقل سلیم اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ ایک کامل، خالق معبود ایک کوتاہ ناقص مخلوق کی مانند ہو، تو جس طرح اس کی ذات کسی ذات کے مشابہ نہیں ہے اسی طرح اس کی صفات بھی کسی کی صفات کے مشابہ نہیں ہیں۔

تیسرا: اللہ تعالی اپنے بندوں سے ایسے کلموں سے مخاطب ہوتا ہے جسے وہ اصل معنی کی حیثیت سے سمجھتے ہیں، اور مطلق کلی معنی میں شراکت اور شمولیت کے پائے جانے سے حقائق اور کیفیت میں مماثلت اور مشابہت کا پایا جانا لازم نہیں آتا ہے، کیونکہ جب مخلوقات کے مابین ایک ہی جیسے نام مماثلت اور مشابہت کو واجب نہیں کرتے جیسے کان، آنکھ، قدرت، ہاتھ، چہرہ وغیرہ یعنی سب کے جدا جدا ہیں تو خالق اور مخلوق کے درمیان بدرجہ اولی مماثلت واجب نہیں ہو سکتی۔

ا-اہل تعطیل کا تعارف (اللہ کی تمام بیان کردہ صفات کی نفی کرنے والے):

یہ وہ فرقہ ہے جس نے اللہ کی پاکی بیان کرنے میں اتنا مبالغہ سے کام لیا کہ اللہ کی صفات کی نفی اور انکار کر بیٹھے، اور ان کا شبہ یہ ہے کہ صفات الہی کے ثابت کرنے سے اس کی تمثیل (تشبیہ) لازم آتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں صفات سے مخلوق کا وصف بیان کیا جاتا ہے، اس لئے اللہ سے اس کی نفی کرنا متعین ہے، چنانچہ انہوں نے اللہ کو بغیر کسی مقید صفت کے مطلقا اس کے وجود کو ثابت کیا ہے، فرقہ تعطیل کا سب سے متشدد فرقہ قرامطہ باطنیہ ہے جس نے اللہ سے دونوں نقیض (وجود اور عدم، حرکت اور جمود) کی نفی کی، اس کے بعد فرقہ جہمیہ ہے جس نے اللہ کے اسماء وصفات کا انکار کیا، پھر اس کے بعد فرقہ معتزلہ ہے جنہوں نے اللہ کے اسماء کو ثابت کیا اور اس سے جڑی تمام صفات کا انکار کیا۔

اہل تعطیل کی تردید

ان کی تردید چند طریقوں سے کی گئی ہے:

پہلا: اللہ تعالی نے قرآن کریم کی محکم، مفصل اور صریح آیتوں میں اپنی ذات کے لئے صفات کو ثابت کیا ہے، اور اسے تمثیل کی نفی کے ساتھ جوڑ کر بیان کیا ہے، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ﴾ [الشوري:١١] ”اس جیسی کوئی چیز نہیں وہ سننے اور دیکھنے والا ہے“۔

اور یہ یاد رہے کہ اللہ کے کلام میں تناقض کا پایا جانا محال ہے۔

دوسرا: وجود مطلق کا ثابت کرنا کسی وصف سے متصف کرنے کو قبول نہیں کرتا کیونکہ ظاہر میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، بلکہ یہ صرف ذہنی قضیہ ہے، اور اس سے بڑھ کر کچھ نہیں، لہذا ان کی یہ باتیں خالق کے انکار کی وضاحت کرتی ہیں۔

تیسرا: عام، مطلق عام اور کلی الفاظ کے ساتھ کوئی وصف کسی متعین میں پائے جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ بعینہ کسی دوسرے متعین میں وہی وصف موجود ہو، بلکہ ان دونوں میں سے ہر ایک اس وصف عام میں جدا جدا ہیں، کیونکہ جب کوئی صفت مقید کردی جاتی ہے یا اس کی اضافت کردی جاتی ہے تو خارج میں اس کا مشترک ہونا ختم ہو جاتا ہے۔

۳-اہل تاویل کا تعارف (کلمہ کو اس کے حقیقی معنی سے چاہے کوئی لفظ بڑھا کر یا گھٹا کر یا بدل کر پھیرنا):

یہ ایسا گروہ ہے جس کا یہ اعتقاد ہے کہ صفات کے چند نصوص جیسے فعلی صفات اور خبری صفات یہ اللہ کے حقیقی صفت پر دلالت نہیں کرتے، چنانچہ یہ دوسرے معانی کو ڈھونڈھ کر نصوص کو اسی پر محمول کرنے لگے، نہ تو ان کے پاس کوئی صحیح دلیل ہوتی جو انہیں کلام کو اس کے ظاہری معنی سے پھیرنے میں ان کی رہنمائی کرتی اور خلاف ظاہر معنی بیان کرنے میں وہ حق بجانب ہوتے، اور انہوں نے اپنی اس تحریف کا نام تاویل رکھا ہے۔

اہل تاویل کی تردید

ان کی تردید چند طریقوں سے کی گئی ہے:

پہلا: اللہ تعالی اپنی ذات کے متعلق اپنی پوری مخلوقات میں سب سے زیادہ علم والا، اور اپنی بات میں سب سے زیادہ سچا، اور اپنی گفتگو میں سب حسین گفتگو والا ہے، اور ایسے ہی اللہ کے رسول ﷺ اپنے رب کے متعلق سب سے زیادہ علم والے، سچی زبان والے، فصیح بیان والے، اور امت کے لئے ساری امت میں سب سے زیادہ خیر خواہ ہیں، تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی اللہ اور اس کے رسول کے علم پر استدراک کرے، اور ان دونوں کے کلام کو تلبیس اور گمراہی کا مدعا قرار دے۔

دوسرا: کلام کا اصل یہ ہے کہ اسے اس کی حقیقت پر محمول کیا جائے، اور صرف دلیل صحیح کی بنا پر جو اس کے ظاہری سے مجازی معنی کی طرف پھیرنے کے متقاضی ہو اسی وقت اس کا تاویل کرنا درست ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

تیسرا: نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو وہ تمام چیزیں بتا دیں جو ان کے رب کی طرف سے آپ پر اتاری گئی تھیں، اور واضح طور پر لوگوں تک اسے پہنچا دیا، اور یہ ممکن نہیں کہ آپ نے اس عظیم بات میں ادنی اہمال سے کام لیا ہو، اور آپ نے اس کا وہ مراد و مقصود نہ بیان کیا ہو جن گڑھے ہوئے معانی کا یہ اہل تحریف دعوی کر رہے ہیں۔

۴-اہل تجہیل کا تعارف (اللہ کے بارے میں اللہ کے سوا کسی کو کوئی علم نہیں):

اس فرقہ کا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ نے اپنی ذات کے متعلق جو معانی بیان کیا ہے، یا اس کے رسول نے اس کے متعلق جو خبر دی ہے، اس کا معنی مجہول اور نا معلوم ہے، سوائے اللہ کے اس کے بارے میں کسی کو کوئی علم نہیں، اور نہ ہی اس علم تک کسی کی رسائی ممکن ہے، یہ اپنے اس طریقے کو تفویض کا نام دیتے ہیں۔

اہل تجہیل کی تردید

اس فرقہ کی تردید چند طریقوں سے کی گئی ہے:

پہلا: یہ ممتنع ہے کہ اللہ کے متعلق علم کا باب جو کہ دین کے بابوں میں سے سب معزز و مشرف باب ہے وہ بند ہو، اور یہ ایسی بات ہے جس پر نہ تو کوئی عقلی اور نہ ہی نقلی دلیل ہے۔

دوسرا: اللہ تعالی نے قرآن کریم کو واضح عربی زبان میں نازل فرمایا، اور اپنے بندوں کو اس کے سمجھنے اور اس کے معانی میں تدبر و تفکر کرنے کا حکم دیا ہے، اور اس میں کسی بھی چیز کو مستثنی نہیں کیا ہے، اس سے

معلوم ہوا کہ معانی کے علم پر اس نے قادر بنایا ہے، اور رہی بات کیفیات اور حقائق کی تو یہ ان امور غیبیہ میں سے ہے جس کا علم اللہ کے سپرد ہے۔

تیسرا: ان کی یہ روش اور نقطہ نظر سابقین اولین یعنی اس امت کے سلف کے بے علم ہونے کا تقاضا کرتا ہے، اور انہیں ان پڑھ لوگوں کے درجہ میں لا کھڑا کرنا ہے جو کتاب کو صرف آرزو ہی سمجھتے تھے، اور صفات والی آیتیں ان کے حق میں محض جادو کی لکیریں تھیں، اور معجم کے حروف معقول معنی کے فوائد سے خالی وعاری تھے۔

فرشتوں پر ایمان

فرشتوں پر ایمان کا مطلب وہ پختہ اعتقاد قائم کرنا ہے کہ اللہ نے اپنی عبادت کے لئے ایک مخلوق پیدا کیا ہے، اور اپنی اطاعت کے لئے انہیں خالص بنایا ہے، اور انہیں اپنی قربت کے لئے مخصوص کیا ہے، انہیں اپنے آسمان میں آباد کرر کھا ہے، اور اپنے حکم کی تنفیذ اور بجاآوری کے لئے انہیں مختلف قوتوں سے نوازا ہے۔

فرشتوں کے خصائص

فرشتوں پر ایمان چند اعتقادات سے مکمل ہوتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

ا-فرشتے اللہ کے نیک، باعزت، مقرب بندے ہیں، اپنے رب کے تابع فرمان اور اس سے لرزنے والے ہیں

واضح رہے کہ فرشتوں میں ربوبیت اور الوہیت کی ادنی خصوصیت بھی نہیں ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ﴾ [الأنبياء:٢٦-٢٨] "(مشرک) کہتے ہیں کہ رحمن اولاد والا ہے، (غلط ہے) اس کی ذات پاک ہے، بلکہ وہ سب اس کے باعزت بندے ہیں * کسی بات میں اللہ پر پیش دستی نہیں کرتے بلکہ اس کے فرمان پر کاربند ہیں * وہ ان کے آگے پیچھے کے تمام امور سے واقف ہے، وہ کسی کی بھی سفارش نہیں کرتے بجز ان کے جن سے اللہ خوش ہو، وہ تو خود ہیبت الہی سے لرزاں وترساں ہیں"۔

ایک مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴾ [النحل:٥٠]'' اور اپنے رب سے جوان کے اوپر ہے، کپکپاتے رہتے ہیں، اور جو حکم مل جائے اس کی تعمیل کرتے ہیں''۔

ایک مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿ لَّا يَعْصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴾[التحریم:٦]''انہیں جو حکم اللہ تعالی دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں ''۔

ایک مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴾[عبس:١٦]''وہ بزرگ اور پاک باز ہیں ''۔

ایک مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ أَهَٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ﴿٤٠﴾ قَالُوا۟ سُبْحَٰنَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِمۖ بَلْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ٱلْجِنَّۖ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ ﴾[سبأ:٤٠-٤١]'' اور ان سب کو اللہ اس دن جمع کر کے فرشتوں سے دریافت فرمائے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے *وہ کہیں گے تیری ذات پاک ہے، اور ہمارا ولی تو تو ہے نا کہ یہ ، بلکہ یہ لوگ جنوں کی عبادت کرتے تھے، ان میں کے اکثر کا انہیں پر ایمان تھا''۔

ایک مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿ قَالُوا۟ سُبْحَٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَآۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَلِيمُ ٱلْحَكِيمُ ﴾[البقرة:٣٢]''ان سب نے کہا اے اللہ ! تیری ذات پاک ہے، ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا رکھا ہے، پورے علم و حکمت والا تو تو ہی ہے ''۔

۲- فرشتوں کے باعزت نام ہیں

ہمیں فرشتوں کے جن ناموں کا علم ہے ہم ان ناموں کے ساتھ ان پر ایمان لاتے ہیں، اور ہمیں ان کے جن ناموں کا علم نہیں ہم ان پر اجمالی ایمان لاتے ہیں، قرآن و صحیح سنت سے ہمیں جن معزز فرشتوں کے ناموں کا پتہ چلا ہے وہ درج ذیل ہیں:

جبریل، میکائیل، اسرافیل، ملک الموت، مالک، رضوان، منکر نکیر۔

۳- فرشتے نور سے پیدا ہوئے ہیں، پر والے ہیں، عظیم اور قسما قسم ہیئت والے ہیں

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ جَاعِلِ ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ رُسُلًا أُو۟لِىٓ أَجْنِحَةٍ مَّثْنَىٰ وَثُلَٰثَ وَرُبَٰعَ ۚ يَزِيدُ فِى ٱلْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ﴾ [فاطر:۱] "اس اللہ کے لئے تمام تعریفیں سزاوار ہیں جو (ابتداء) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اور دو دو تین تین چار چار پروں والے فرشتوں کو اپنا پیغمبر (قاصد) بنانے والا ہے، مخلوق میں جو چاہے زیادتی کرتا ہے، اللہ تعالی یقیناً ہر چیز پر قادر ہے"۔

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «خُلِقَتِ الْمَلائِكَةُ مِنْ نُورٍ» " فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں" (مسلم:۲۹۹۶)۔

اور صحیحین کی ایک روایت میں یوں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جبریل کو ان کی صورت میں دیکھا، اور ان کے چھ سو پر تھے۔ (بخاری:۳۲۳۴، مسلم:۱۷۷)۔

ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: «أُذِنَ لِي أَنْ أُحدِّثَ عَنْ مَلَكٍ مِنْ مَلائِكَةِ اللَّهِ مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ، إِنَّ مَا بَيْنَ شَحْمَةِ أُذُنِهِ إِلَى عَاتِقِهِ مَسِيرَةُ سَبْعِ مِائَةِ عَامٍ»

" مجھے اجازت ملی ہے کہ میں عرش کے اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کا حال بیان کروں، کہ اس کے کان کی لو سے اس کے مونڈھے تک کا فاصلہ سات سو برس کی مسافت ہے" (أبو داؤد: ۴۷۲۷ صحیح).

فرشتے اللہ کی حقیقی مخلوق ہیں، یہ کوئی معنوی طاقت نہیں جیسا کہ بعض اٹکل مارنے والے لوگوں کا خیال ہے، یہ اللہ کی ایک کثیر تعداد والی مخلوق ہے، اللہ کے علاوہ ان کی کثرت تعداد کا کوئی شمار نہیں کر سکتا، جیسا کہ واقعہ معراج سے متعلق انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «فَرُفِعَ لِي البَيْتُ المَعْمُورُ، فَسَأَلْتُ جِبْرِيلَ، فَقَالَ: هَذَا البَيْتُ المَعْمُورُ يُصَلِّي فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ، إِذَا خَرَجُوا لَمْ يَعُودُوا إِلَيْهِ آخِرَ مَا عَلَيْهِمْ» "میرے لئے بیت معمور پیش کیا گیا، تو میں نے جبریل سے دریافت کیا، تو انہوں نے بتایا: یہ بیت معمور ہے جس میں یومیہ ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں، جب وہ نکل جائیں تو ان میں آخری شخص کی باری دوبارہ واپس نہیں آتی " (بخاري: ۳۲۰۷، مسلم: ۱۶۲).

۴- فرشتے صف بستہ کھڑے رہنے والے اور تسبیح بیان کرنے والے ہیں

اللہ نے فرشتوں کو اپنی تسبیح کا الہام کیا ہے، اور اپنے حکم کی بجا آوری کا حکم دیا ہے، اور حکم کے نافذ کرنے کی قوت عطا فرمائی ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا مِنَّآ إِلَّا لَهُۥ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ﴿١٦٤﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ ٱلصَّآفُّونَ ﴿١٦٥﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ ٱلْمُسَبِّحُونَ﴾ [الصافات: ١٦٤-١٦٦]" (فرشتوں کا قول ہے کہ) ہم میں سے تو ہر ایک کی جگہ مقرر ہے * اور ہم تو (بندگی الہی میں) صف بستہ کھڑے ہیں * اور اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں".

ایک دوسری جگہ اللہ نے فرمایا: ﴿ فَإِنِ ٱسْتَكْبَرُوا۟ فَٱلَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُۥ بِٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُونَ ﴾ [فصلت:٣٨] ”پھر بھی اگر یہ کبر و غرور کریں تو وہ (فرشتے) جو آپ کے رب کے نزدیک ہیں وہ تو رات دن اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں اور (کسی وقت بھی) نہیں اکتاتے“۔

ایک جگہ اللہ نے فرمایا: ﴿ لَا يَفْتُرُونَ ﴾ [الأنبياء:٢٠] ” اور وہ ذرا سی بھی سستی نہیں کرتے“۔

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے درمیان موجود تھے کہ اچانک آپ نے ان سے فرمایا: «تَسْمَعُونَ مَا أَسْمَعُ؟» قَالُوا: مَا نَسْمَعُ مِنْ شَيْءٍ. قَالَ: «إِنِّي لأَسْمَعُ أَطِيطَ السَّمَاءِ، وَمَا تُلامُ أَنْ تَئِطَّ، وَمَا فِيهَا مَوْضِعُ شِبْرٍ إِلا وَعَلَيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ أَوْ قَائِمٌ» ” کیا تم لوگ وہ آواز سن پا رہے ہو جو میں سن رہا ہوں“؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم کچھ بھی نہیں سن رہے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”بلا شک میں آسمان کے چڑ چڑانے کی آواز سن رہا ہوں، اور اس چڑ چڑانے پر وہ قابل ملامت نہیں ہے، کیونکہ فرشتوں کی اتنی بڑی تعداد ہے کہ وہاں ایک بالشت جگہ بھی خالی نہیں ہے، بلکہ فرشتے یا تو محو سجدہ ہیں یا پھر کھڑے ہیں“ (معجم کبیر للطبرانی: ٣١٢٢، علامہ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ صحیح مسلم کی شرط پر ہے، ملاحظہ ہو: الصحیحۃ/٨٥٢)۔

٥-فرشتے پس پردہ ہیں ان کا مشاہدہ نہیں کیا جا سکتا

فرشتے ایک غیبی عالم ہیں جو اس دنیاوی زندگی میں انسانی حواس کی پہنچ سے باہر ہیں، لیکن اللہ جسے چاہے دکھا سکتا ہے، جیسے ہمارے نبی محمد کا جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں جس میں اللہ نے ان کی تخلیق فرمائی ہے دیکھنا، البتہ آخرت میں ان کا مشاہدہ کرایا جائے گا، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ يَوْمَ يَرَوْنَ ٱلْمَلَٰٓئِكَةَ لَا بُشْرَىٰ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِينَ وَيَقُولُونَ حِجْرًا مَّحْجُورًا ﴾ [الفرقان:٢٢] ”جس دن یہ

فرشتوں کو دیکھ لیں گے اس دن گنہ گاروں کو کوئی خوشی نہ ہو گی اور کہیں گے یہ محروم ہی محروم کئے گئے ''۔

ایک اور مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿ وَٱلۡمَلَـٰٓئِكَةُ يَدۡخُلُونَ عَلَيۡهِم مِّن كُلِّ بَابٍ ﴾ [الرعد:٢٣] '' ان کے پاس فرشتے ہر ہر دروازے سے آئیں گے ''۔

اور یاد رہے کہ اللہ نے انہیں تبدیل ہونے اور آدمیوں جیسی ہم شکل بن جانے کی قدرت بخشی ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ فَأَرۡسَلۡنَآ إِلَيۡهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴾ [مریم:١٧] '' پھر ہم نے اس کے پاس اپنی روح (جبریل علیہ السلام) کو بھیجا پس وہ اس کے سامنے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا ''۔

ایک اور مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿ وَلَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُنَآ إِبۡرَٰهِيمَ بِٱلۡبُشۡرَىٰ قَالُواْ سَلَٰمًاۖ قَالَ سَلَٰمٌۖ فَمَا لَبِثَ أَن جَآءَ بِعِجۡلٍ حَنِيذٍ ٦٩ فَلَمَّا رَءَآ أَيۡدِيَهُمۡ لَا تَصِلُ إِلَيۡهِ نَكِرَهُمۡ وَأَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِيفَةًۚ قَالُواْ لَا تَخَفۡ إِنَّآ أُرۡسِلۡنَآ إِلَىٰ قَوۡمِ لُوطٍ ﴾ [ھود:٦٩-٧٠] '' اور ہمارے بھیجے ہوئے پیغامبر ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس خوش خبری لے کر پہنچے اور سلام کہا، انہوں نے بھی جواب سلام دیا، اور بغیر کسی تاخیر کے گائے کا بھنا ہوا بچھڑا لے آئے * اب جو دیکھا کہ ان کے تو ہاتھ بھی اس کی طرف نہیں پہنچ رہے ہیں، تو ان سے اجنبیت محسوس کر کے دل ہی دل میں ان سے خوف کرنے لگے، انہوں نے کہا ڈرو نہیں، ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں ''۔

اللہ نے ایک جگہ کچھ اس طرح فرمایا: ﴿ وَلَمَّا جَآءَتۡ رُسُلُنَا لُوطًا سِيٓءَ بِهِمۡ وَضَاقَ بِهِمۡ ذَرۡعًا وَقَالَ هَٰذَا يَوۡمٌ عَصِيبٌ ٧٧ وَجَآءَهُۥ قَوۡمُهُۥ يُهۡرَعُونَ إِلَيۡهِ وَمِن قَبۡلُ كَانُواْ يَعۡمَلُونَ

ٱلسَّيِّـَٔاتِۚ قَالَ يَٰقَوۡمِ هَٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطۡهَرُ لَكُمۡۖ فَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَلَا تُخۡزُونِ فِي ضَيۡفِيٓۖ أَلَيۡسَ مِنكُمۡ رَجُلٞ رَّشِيدٞ﴾ [هود:۷۷-۷۸]"جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے بہت غمگیں ہو گئے، اور دل ہی دل میں کڑھنے لگے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مصیبت کا دن ہے * اور اس کی قوم دوڑتی ہوئی اس کے پاس آ پہنچی، وہ تو پہلے ہی سے بدکاریوں میں مبتلا تھی، لوط علیہ السلام نے کہا: اے قوم کے لوگو! یہ ہیں میری بیٹیاں جو تمہارے لئے بہت ہی پاکیزہ ہیں، اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے بارے میں رسوانہ کرو، کیا تم میں ایک بھی بھلا آدمی نہیں"۔

مذکورہ تمام فرشتے انسانی شکل میں تھے، اسی طرح جس وقت جبریل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے وہ بھی ایک سفید پوشاک اور انتہائی کالے بال والے آدمی کی شکل میں آئے، اور کبھی کبھار آپ علیہ السلام صحابی رسول دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آتے تھے۔

٦-فرشتوں کی ذمہ داریاں

ان کی بنیادی اور دائمی وظیفے کا اہم پہلو یہ ہے کہ وہ رب کی عبادت اور اس کی تسبیح میں لگے رہتے ہیں، اور ان کی دیگر ذمہ داریاں کچھ اس طرح سے ہیں:

١-وحی لانے کی ذمہ داری:

یہ جبریل علیہ السلام کا کام تھا، جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿قُلۡ نَزَّلَهُۥ رُوحُ ٱلۡقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِٱلۡحَقِّ لِيُثَبِّتَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَهُدٗى وَبُشۡرَىٰ لِلۡمُسۡلِمِينَ﴾

[النحل:١٠٢]"کہہ دیجئے کہ اسے آپ کے رب کی طرف سے جبرئیل حق کے ساتھ لے کر آئیں ہیں تاکہ ایمان والوں کو اللہ تعالی استقامت عطا فرمائے، اور مسلمانوں کی رہنمائی اور بشارت ہو جائے "۔

ایک اور جگہ اللہ نے فرمایا: ﴿وَإِنَّهُۥ لَتَنزِيلُ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ ٱلرُّوحُ ٱلۡأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ عَلَىٰ قَلۡبِكَ لِتَكُونَ مِنَ ٱلۡمُنذِرِينَ﴾ [الشعراء:١٩٢-١٩٤]"اور بیشک وشبہ یہ (قرآن) رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے *اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے *آپ کے دل پر اترا ہے کہ آپ آگاہ کر دینے والوں میں سے ہو جائیں "۔

۲-بارش برسانا اور زمین پر پیڑ پودے اگانے کی ذمہ داری:

یہ کام میکائیل علیہ السلام کا ہے، جیسا کہ امام احمد کی روایت میں ہے کہ یہود نے رسول اللہ سے کہا:" اگر آپ فرماں دیں: وہ میکائیل جو رحمت، پودے، اور بارش لیکر اترتے ہیں تو یہ ہوتا " (احمد؛۲۴۸۳۔ والطبرانی فی الکبیر:١٢٠٦١، الهیثمی فی الزوائد:١٤٢١٢، اور اس کی سند میں محمد بن ابی لیلی ہیں، جن کی ایک جماعت نے توثیق کی ہے، لیکن یہ سئی الحفظ ہیں اور باقی رجال ثقہ ہیں)۔

۳-صور پھونکنے کی ذمہ داری:

یہ وظیفہ اسرافیل علیہ السلام کا ہے، یہ صور پھونکیں گے تو سب بے ہوش ہو جائیں گے، اور دوبارہ صور پھونکیں گے تو سب اٹھ کھڑے ہوں گے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَنُفِخَ فِي ٱلصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَن فِي ٱلۡأَرۡضِ إِلَّا مَن شَآءَ ٱللَّهُۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخۡرَىٰ فَإِذَا هُمۡ قِيَامٞ يَنظُرُونَ﴾ [الزمر:٦٨]" اور صور پھونک دیا جائے گا پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے "۔

یہ تین فرشتے جبرائیل، میکائیل، اور اسرافیل تمام فرشتوں کے سردار ہیں، کیونکہ ان کی ذمہ داری کا تعلق حیات سے ہے، جبرئیل کو حیات قلب کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، اور میکائیل کو حیات نبات (پیڑ و پودے) کی، اور اسرافیل کو حیات ابدان کی ذمہ داری ملی ہے، اور ان میں سب سے زیادہ شرف والے جبرئیل علیہ السلام ہیں، اور یہی روح القدس ہیں۔

۴-انسانوں کی حفاظت کی ذمہ داری:

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ لَهُۥ مُعَقِّبَٰتٌ مِّنۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهِۦ يَحۡفَظُونَهُۥ مِنۡ أَمۡرِ ٱللَّهِۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنفُسِهِمۡۗ وَإِذَآ أَرَادَ ٱللَّهُ بِقَوۡمٖ سُوٓءٗا فَلَا مَرَدَّ لَهُۥۚ وَمَا لَهُم مِّن دُونِهِۦ مِن وَالٍ ﴾ [الرعد:١١] ”اس کے پہرے دار انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں، جو اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں، کسی قوم کی حالت اللہ تعالی نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں، جو ان کے دلوں میں ہے، اللہ تعالی جب کسی قوم کی سزا کا ارادہ کرلیتا ہے تو وہ بدلا نہ کرتا، اور سوائے اس کے کوئی بھی ان کا کارساز نہیں “۔

۵-انسانوں کے اعمال کی حفاظت کرنے کی ذمہ داری:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ إِذۡ يَتَلَقَّى ٱلۡمُتَلَقِّيَانِ عَنِ ٱلۡيَمِينِ وَعَنِ ٱلشِّمَالِ قَعِيدٞ ﴿١٧﴾ مَّا يَلۡفِظُ مِن قَوۡلٍ إِلَّا لَدَيۡهِ رَقِيبٌ عَتِيدٞ ﴾ [ق:١٧-١٨] ” جس وقت دو لینے والے جا لیتے ہیں، ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے * (انسان) منھ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر کہ اس کے پاس نگہبان تیار ہے “۔

٦-اہل ایمان کو ثابت قدم رکھنے اور ان کی مدد کرنے کی ذمہ داری:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ﴾ [الأنفال:١٢] ''اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں، سو تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ، میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں، سو تم گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور کو مارو''۔

٧-روحیں قبض کرنے کی ذمہ داری:

یہ کام ملک الموت کا ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ﴾ [السجدة:١١] ''کہہ دیجئے کہ تمہیں موت کا فرشتہ فوت کرے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے''۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ﴾ [الأنعام:٦١] ''یہاں تک کہ جب تم سے کسی کو موت آ پہنچتی ہے، اس کی روح ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے قبض کر لیتے ہیں، اور وہ ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتے''۔

٨-قبر میں میت سے اس کے رب، دین اور نبی کے متعلق سوال کرنے کی ذمہ داری:

سوال کرنے والے دو ہیں: ایک منکر اور دوسرا نکیر:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ العَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ، وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، أَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ، فَيَقُولَانِ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ؟، فَأَمَّا المُؤْمِنُ، فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، فَيُقَالُ لَهُ: انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللَّهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الجَنَّةِ، فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا ،وَأَمَّا المُنَافِقُ وَالكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ: لاَ أَدْرِي كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ، فَيُقَالُ: لاَ دَرَيْتَ وَلاَ تَلَيْتَ، وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً، فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ» ”آدمی جب اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے رخصت ہو جاتے ہیں،_ اور وہ ان کے جوتے کی آواز سنتا رہتا ہے_ اتنے میں اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، وہ اسے اٹھا کر بٹھا دیتے ہیں اور اس سے یہ پوچھتے ہیں: اس شخص یعنی محمد کے بارے میں تو کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ مومن تو اس کے جواب میں یہ کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کی رسول ہیں، تو اس سے کہا جائے گا کہ تم جہنم کا اپنا ٹھکانا دیکھو، لیکن اللہ نے اس کے بدلے تمہارے لئے جنت میں ٹھکانا بنا دیا ہے، اس وقت اسے جنت و جہنم دونوں ٹھکانے دکھائے جائیں گے، اور رہی بات منافق و کافر کی تو ان دونوں سے پوچھا جائے گا: اس شخص کے بارے میں تم سب کیا کہتے تھے؟ تو یہ لوگ کہیں گے مجھے پتہ نہیں، ہم تو اس شخص کے متعلق یہی کہتے تھے جو لوگ کہتے تھے، تو ان سے کہا جائے گا کہ نہ تو تو نے سمجھا اور نہ ہی سمجھنے والوں کی اتباع کی، پھر اسے لوہے کے ہتھوڑے سے ایک ضرب لگائی جائے گی، پھر وہ اتنی زور سے چیخے گا کہ انس و جن کے سوا اس کے قریب کی ساری چیزیں اس کی چیخ سن لیں گی“۔ (بخاری: ۱۳۷۴، مسلم: ۲۸۷۰، مختصرا)۔

اور سنن ترمذی میں ابو ہریرہ سے مروی حدیث کے الفاظ کچھ اس طرح ہے: «إِذَا قُبِرَ المَيِّتُ - أَوْ قَالَ: أَحَدُكُمْ - أَتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ، يُقَالُ لأَحَدِهِمَا: الْمُنْكَرُ، وَلِلآخَرِ: النَّكِيرُ، فَيَقُولاَنِ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟» ”جب میت کو - یا

راوی نے کہا: تم میں سے کسی ایک کو– دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو کالے نیلے رنگ کے فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے، وہ دونوں آ کر فرماتے ہیں: اس آدمی کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟--------" (ترمذی: ۱۰۷۱، امام البانی رحمہ اللہ نے الصحیحہ میں اس حدیث کی تحسین کی ہے)۔

۹- پیٹ کے بچے کی دیکھ ریکھ کی ذمہ داری:

بچے میں روح پھونکنا، اس کی روزی لکھنا، اس کی عمر اور عمل لکھنا، اور یہ لکھنا کہ وہ بد بخت ہو گا یا نیک بخت۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے اللہ کے صادق و مصدوق رسول محمد ﷺ نے بیان کیا: «إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ مَلَكًا فَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ، وَيُقَالُ لَهُ: اكْتُبْ عَمَلَهُ، وَرِزْقَهُ، وَأَجَلَهُ، وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ» "تم میں سے ہر ایک مادہ (منی) اس کے ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع کیا جاتا ہے پھر چالیس دن تک وہ جما ہوا خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دن تک گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے، پھر اللہ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اسے چار باتیں لکھنے کا حکم دیتا ہے، اس کے اعمال، روزی، عمر، اور بد بختی یا نیک بخت، پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے----- " (بخاری: ۳۲۰۸، مسلم: ۲۶۴۳)۔

۱۰- جہنم کے داروغے کی ذمہ داری:

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا جَعَلْنَآ أَصْحَٰبَ ٱلنَّارِ إِلَّا مَلَٰٓئِكَةً﴾ [المدثر: ۳۱]" ہم نے دوزخ کے داروغے صرف فرشتے رکھے ہیں"۔

ایک جگہ اللہ نے فرمایا: ﴿ وَنَادَوْا۟ يَـٰمَـٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ إِنَّكُم مَّـٰكِثُونَ ﴾ [الزخرف:۷۷]

"اور پکار پکار کہیں گے کہ اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کردے، وہ کہے گا کہ تمہیں تو (ہمیشہ) رہنا ہے"۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَـٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴾ [التحریم:٦] " اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر، اس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ تعالی دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں"۔

۱۱- اہل ایمان کے لئے استغفار کرنے، ان کے لئے دعا کرنے، انہیں بشارت دینے، اور جنت میں ان کی تکریم کرنے کی ذمہ داری:

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ٱلَّذِينَ يَحْمِلُونَ ٱلْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُۥ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِۦ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَىْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَٱغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا۟ وَٱتَّبَعُوا۟ سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ ٱلْجَحِيمِ ۝٧ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّـٰتِ عَدْنٍ ٱلَّتِى وَعَدتَّهُمْ وَمَن صَلَحَ مِنْ ءَابَآئِهِمْ وَأَزْوَٰجِهِمْ وَذُرِّيَّـٰتِهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ۝٨ وَقِهِمُ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ۚ وَمَن تَقِ ٱلسَّيِّـَٔاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُۥ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَوْزُ

ٱلۡعَظِيمُ﴾ [غافر:٧-٩]'' عرش کے اٹھانے والے اور اس کے پاس کے (فرشتے) اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ ساتھ کرتے ہیں، اور اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تونے ہر چیز کو اپنی بخشش اور علم سے گھیر رکھا ہے، پس تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں، اور تو انہیں دوزخ کے عذاب سے بھی بچالے * اے ہمارے رب! تو انہیں ہیشگی والی جنتوں میں لے جا، جن کا تونے ان سے وعدہ کیا ہے، اور ان کے باپ دادوں، اور بیویوں اور اُولاد میں سے (بھی) ان (سب) کو جو نیک عمل ہیں، یقیناتو تو غالب و باحکمت ہے * انہیں برائیوں سے بھی محفوظ رکھ، حق تو یہ ہے کہ اس دن تونے جسے برائیوں سے بچالیا اس پر تونے رحمت کردی، اور بہت بڑی کامیابی تو یہی ہے''۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُواْ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسۡتَقَٰمُواْ تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُواْ وَلَا تَحۡزَنُواْ وَأَبۡشِرُواْ بِٱلۡجَنَّةِ ٱلَّتِي كُنتُمۡ تُوعَدُونَ﴾ [فصلت:٣٠]'' (واقعی) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو''۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ يَدۡخُلُونَ عَلَيۡهِم مِّن كُلِّ بَابٖ ٢٣ سَلَٰمٌ عَلَيۡكُم بِمَا صَبَرۡتُمۡۚ فَنِعۡمَ عُقۡبَى ٱلدَّارِ﴾ [الرعد:٢٣-٢٤]'' ان کے پاس فرشتے ہر ہر دروازے سے آئیں گے * کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو، صبر کے بدلے، کیا ہی اچھا (بدلہ) ہے اس دار آخرت کا''۔

(آسمانی) کتابوں پر ایمان

ایسا پختہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالی نے لوگوں کی ہدایت کی خاطر، ان پر بطور شفقت، ان کی نصیحت کی خاطر، اور ان پر حجت ودلیل قائم کرنے، اور ہر چیز کی وضاحت کے لئے بالکل حق کے ساتھ اپنے نبیوں پر کتابیں نازل فرمائیں۔

آسمانی کتابوں پر ایمانی تقاضے

کتابوں پر ایمان چند امور کا تقاضا کرتا ہے، اور وہ یہ ہیں:

پہلا تقاضا:

یہ ایمان رکھنا کہ تمام کتابیں حق کے ساتھ اللہ کی جانب سے نازل کی گئی ہیں۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿نَزَّلَ عَلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ بِٱلۡحَقِّ مُصَدِّقٗا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَأَنزَلَ ٱلتَّوۡرَىٰةَ وَٱلۡإِنجِيلَ﴾ [آل عمران:۳]" جس نے آپ پر حق کے ساتھ اس کتاب کو نازل فرمایا ہے، جو اپنے سے پہلے کی تصدیق کرنے والی ہے، اسی نے اس سے پہلے تورات اور انجیل کو اتارا تھا"۔

یہ سب اللہ کی کتابیں اور اس کے کلمات ہیں، نہ تو یہ کسی مقرب فرشتے کا اور نہ ہی کسی نبی مرسل کا کلام ہے، چنانچہ اس کی بھی عصمت وتقدس کی خوبی ہے۔

دوسرا تقاضا:

جن کتابوں کے نام ہمیں معلوم ہیں ان پر ایمان تعیین کے ساتھ رکھنا، اور جن کا نام ہمیں پتہ نہیں ان پر ایمان مجمل رکھنا۔

معروف آسمانی کتابیں

اور وہ تین بڑی کتابیں ہیں:

۱-تورات:

اللہ نے اسے موسی علیہ السلام پر نازل فرمایا جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿قَالَ يَٰمُوسَىٰٓ إِنِّي ٱصۡطَفَيۡتُكَ عَلَى ٱلنَّاسِ بِرِسَٰلَٰتِي وَبِكَلَٰمِي فَخُذۡ مَآ ءَاتَيۡتُكَ وَكُن مِّنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ﴿١٤٤﴾ وَكَتَبۡنَا لَهُۥ فِي ٱلۡأَلۡوَاحِ مِن كُلِّ شَيۡءٖ مَّوۡعِظَةٗ وَتَفۡصِيلٗا لِّكُلِّ شَيۡءٖ فَخُذۡهَا بِقُوَّةٖ وَأۡمُرۡ قَوۡمَكَ يَأۡخُذُواْ بِأَحۡسَنِهَاۚ سَأُوْرِيكُمۡ دَارَ ٱلۡفَٰسِقِينَ﴾[الأعراف:١٤٤-١٤٥] ”ارشاد ہوا کہ اے موسی! میں نے پیغمبری اور اپنی ہمکلامی سے اور لوگوں پر تم کو امتیاز دیا ہے، تو جو کچھ میں نے تم کو عطا کیا ہے اس کو لو اور شکر کرو* اور ہم نے چند تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل ان کو لکھ دی ہے، تم ان کو پوری طاقت سے پکڑ لو، اور اپنی قوم کو حکم کرو کہ ان کے اچھے اچھے احکام پر عمل کریں، اور بہت جلد تم لوگوں کو ان بے حکموں کا مقام دکھلاتا ہوں“۔

ایک اور جگہ اللہ نے فرمایا: ﴿إِنَّآ أَنزَلۡنَا ٱلتَّوۡرَىٰةَ فِيهَا هُدٗى وَنُورٞۚ يَحۡكُمُ بِهَا ٱلنَّبِيُّونَ ٱلَّذِينَ أَسۡلَمُواْ لِلَّذِينَ هَادُواْ وَٱلرَّبَّٰنِيُّونَ وَٱلۡأَحۡبَارُ بِمَا ٱسۡتُحۡفِظُواْ مِن كِتَٰبِ ٱللَّهِ وَكَانُواْ عَلَيۡهِ شُهَدَآءَ﴾ [المائدة:٤٤]”ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت و نور ہے، یہودیوں میں اسی تورات کے ساتھ اللہ تعالی کے ماننے والے انبیاء (علیہم السلام) اور اہل اللہ اور علماء فیصلہ کرتے تھے کیونکہ انہیں اللہ کی اس کتاب کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اس پر اقراری گواہ تھے“۔

۲-انجیل: اللہ نے اس کتاب کو عیسی علیہ السلام پر نازل فرمایا

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ ثُمَّ قَفَّيۡنَا عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيۡنَا بِعِيسَى ٱبۡنِ مَرۡيَمَ وَءَاتَيۡنَٰهُ ٱلۡإِنجِيلَ ﴾[الحديد:٢٧]''ان کے بعد پھر بھی ہم اپنے رسولوں کو پے درپے بھیجتے رہے، اوران کے بعد عیسی بن مریم (علیہ السلام) کو بھیجا، اورانہیں انجیل عطافرمائی ''۔

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿ وَءَاتَيۡنَٰهُ ٱلۡإِنجِيلَ فِيهِ هُدٗى وَنُورٞ وَمُصَدِّقٗا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ ٱلتَّوۡرَىٰةِ وَهُدٗى وَمَوۡعِظَةٗ لِّلۡمُتَّقِينَ ﴾ [المائدة:٤٦]'' اور ہم نے انجیل عطافرمائی، جس میں نور و ہدایت تھی اور وہ اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتی تھی اور وہ سراسر ہدایت و نصیحت تھی، پارسالوگوں کے لئے''۔

۳-قرآن: اس کتاب کو اللہ نے محمد ﷺ پر نازل فرمایا

تمام کتابوں میں یہ سب سے عظیم کتاب ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ وَأَنزَلۡنَآ إِلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ بِٱلۡحَقِّ مُصَدِّقٗا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ وَمُهَيۡمِنًا عَلَيۡهِ ﴾[المائدة:٤٨]''اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے، جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے، اوران کی محافظ ہے ''۔

ایک دوسری جگہ اللہ نے فرمایا: ﴿ تَبَارَكَ ٱلَّذِي نَزَّلَ ٱلۡفُرۡقَانَ عَلَىٰ عَبۡدِهِۦ لِيَكُونَ لِلۡعَٰلَمِينَ نَذِيرًا ﴾ [الفرقان:١]''بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالی جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام لوگوں کے لئے آگاہ کرنے والا بن جائے ''۔

اللہ کی طرف سے بھیجی گئیں چند اور کتابیں:

زبور:

یہ وہ کتاب ہے جسے اللہ نے داود علیہ السلام کو عطافرمایا تھا، اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ وَءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ زَبُورًا ﴾ [الإسراء: ٥٥] ”اور ہم نے داود کو زبور عطا کیا “۔

صحف ابراہیم علیہ السلام:

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ إِنَّ هَٰذَا لَفِي ٱلصُّحُفِ ٱلْأُولَىٰ ﴿١٨﴾ صُحُفِ إِبْرَٰهِيمَ وَمُوسَىٰ ﴾ [الأعلى: ١٨-١٩] ” یہ باتیں پہلی کتابوں میں بھی ہیں *(یعنی) ابرہیم اور موسی کی کتابوں میں “۔

تیسر اتقاضا:

تحریف سے پاک اخبار کی تصدیق کرنا

اللہ تعالی نے یہ خبر دی ہے کہ بنی اسرائیل کی کتابوں میں لفظی اور معنوی دونوں قسم کی تحریف داخل ہو چکی ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ يُحَرِّفُونَ ٱلْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِۦ ﴾ [المائدة: ١٣] ” وہ کلام کو اس کی جگہ سے بدل ڈالتے ہیں“۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ يُحَرِّفُونَ ٱلْكَلِمَ مِنۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهِۦ ﴾ [المائدة: ٤١] ” وہ کلمات کے اصلی موقعہ کو چھوڑ کر انہیں متغیر کر دیا کرتے ہیں“۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُۥنَ أَلْسِنَتَهُم بِٱلْكِتَٰبِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ ٱللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ ٱللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴾ [آل عمران: ٧٨] ”یقیناان میں ایسا گروہ بھی ہے جو کتاب پڑھتے

ہوئے اپنی زبان مروڑتا ہے، تاکہ تم اسے کتاب ہی کی عبارت خیال کرو، حالانکہ دراصل وہ کتاب میں سے نہیں، اور یہ کہتے بھی ہیں کہ وہ اللہ تعالی کی طرف سے ہے حالانکہ دراصل وہ اللہ کی طرف سے نہیں، وہ تو دانستہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں "۔

اور رہی بات قرآن کریم کی تو اللہ نے خود ہی اس کی حفاظت کی ذمہ داری لے لی ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ﴾ [الحجر:٩] " ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں "۔

اور حقیقت میں اس کی حفاظت بھی فرمائی جیسا کہ اس کا ارشاد ہے: ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بِٱلذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُۥ لَكِتَٰبٌ عَزِيزٌ ﴿٤١﴾ لَّا يَأْتِيهِ ٱلْبَٰطِلُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِۦ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴾ [فصلت:٤١-٤٢] " جن لوگوں نے اپنے پاس قرآن پہنچ جانے کے باوجود اس سے کفر کیا (وہ بھی ہم سے پوشیدہ نہیں) یہ بڑی باوقعت کتاب ہے * جس کے پاس باطل پھٹک بھی نہیں سکتا، نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے، یہ ہے نازل کردہ حکمتوں والے خوبیوں والے (اللہ) کی طرف سے "۔

اہل کتاب کی کتابوں میں پائے جانے والے اخبار کی حالتیں

اسی کو بنیاد بناتے ہوئے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ وہ تمام قصے اور اخبار جو اہل کتاب (یہود و نصاری) کی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں جنہیں اصطلاح میں اسرائیلیات کے نام سے جانا جاتا ہے وہ تین حالتوں سے خالی نہیں ہیں:

پہلی حالت:

وہ قرآن میں موجود واقعات کے مطابق ہوں

ایسی صورت میں ہم ان کی صحت ودرستگی پر اعتقاد رکھیں گے کیونکہ ہماری کتاب نے ان واقعات واخبار کے صحیح ہونے کی شہادت دی ہے، مثال کے طور پر طوفان کا تذکرہ، ابراہیم، یوسف، موسی کا واقعہ، آل فرعون کے ڈوبنے کا قصہ، عیسی علیہ السلام کی بہت ساری نشانیاں، ان کی تفاصیل سے قطع نظر دیگر بہت سے واقعات۔

دوسری حالت:

وہ قرآن میں موجود واقعات واخبار کے مخالف ہوں

ایسی صورت میں ہم ان کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھیں گے، اور ہم اسے اس قبیل سے سمجھیں گے کہ وہ ان کے ایجادہ کردہ، ان کے اپنے ہی ہاتھوں سے لکھے ہوئے، اور ان کی اپنی ہی زبانوں کی مروڑی ہوئی ہیں، جیسا کہ ان کا یہ خیال ہے کہ لوط علیہ السلام نے شراب پی اور اپنی ہی دو بیٹیوں سے زنا کر بیٹھے! اللہ ان کو عزت بخشے اور ان کی نگہداشت فرمائے، اور ایسے ہی ان کا یہ بھی خیال ہے کہ عیسی ہی اللہ ہیں، یا اللہ کے بیٹے ہیں، یا تینوں میں تیسرا ہیں، اللہ ان کی باتوں سے بہت ہی بلندی پر ہے۔

تیسری حالت:

وہ واقعات نہ قرآن کی موافقت میں ہوں اور نہ ہی مخالفت میں

ایسی حالت میں ہم نہ تو ان کی تصدیق کریں گے اور نہ ہی تکذیب، کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«إِذَا حَدَّثَكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَلَا تُصَدِّقُوهُمْ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ، وَقُولُوا: آمَنَّا بِاللَّهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ، فَإِنْ كَانَ حَقًّا لَمْ تُكَذِّبُوهُمْ، وَإِنْ كَانَ بَاطِلًا لَمْ

تُصَدِّقُوهُمْ» ”جو بات تم سے اہل کتاب بیان کریں تو تم لوگ نہ تو ان کی تصدیق کرو اور نہ تکذیب، بلکہ کہو: ہم اللہ پر، اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، تو اگر وہ بات حق ہو گی تو تم نے ان کی تکذیب نہیں کی، اور اگر وہ بات باطل ہو گی تو تم نے ان کی تصدیق نہیں کی“ (مسند احمد: ۱۷۲۲۵ واللفظ لہ، ابو داؤد: ۳۶۴۴، امام البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے)۔

ہاں ایک صورت ہے کہ اس کی حکایت بیان کرنا جائز ہے، کیونکہ بخاری کی ایک روایت میں اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ”بنی اسرائیل سے بیان کرو، اور اس میں کوئی حرج نہیں“ (بخاری: ۳۴۶۱)۔ اور عموماً بیشتر اس قبیل سے جس میں کوئی نہ تو فائدہ ہے اور نہ ہی اس کی کوئی ضرورت ہے۔

چوتھا تقاضا:

قرآنی شریعت کے ساتھ فیصلہ

قرآن کو نازل فرما کر اللہ نے اسے سابقہ کتابوں کا محافظ بنایا، یعنی اسے حاکم، امین، اور گواہ بنایا، جو جملہ مصالح کو اپنے اندر پروئے ہوئے ہے، ان کے چند احکام کو منسوخ اور کچھ کو برقرار رکھا ہے، اور اس پر کچھ اضافہ بھی فرمایا ہے، چنانچہ شریعت قرآن کے علاوہ کسی اور شریعت کی اتباع حلال نہیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے تورات اور انجیل کے بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ۖ فَٱحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ ٱلْحَقِّ ۚ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِى مَآ ءَاتَىٰكُمْ ۖ فَٱسْتَبِقُوا۟ ٱلْخَيْرَٰتِ ۚ إِلَى ٱللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٤٨﴾ وَأَنِ ٱحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ

وَلَا تَتَّبِعۡ أَهۡوَآءَهُمۡ وَٱحۡذَرۡهُمۡ أَن يَفۡتِنُوكَ عَنۢ بَعۡضِ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ إِلَيۡكَۖ فَإِن تَوَلَّوۡاْ فَٱعۡلَمۡ أَنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ أَن يُصِيبَهُم بِبَعۡضِ ذُنُوبِهِمۡۗ وَإِنَّ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلنَّاسِ لَفَٰسِقُونَ ﴿٤٩﴾ أَفَحُكۡمَ ٱلۡجَٰهِلِيَّةِ يَبۡغُونَۚ وَمَنۡ أَحۡسَنُ مِنَ ٱللَّهِ حُكۡمٗا لِّقَوۡمٖ يُوقِنُونَ ﴾ [المائدة:٤٨-٥٠]''اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے، جو اپنے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے، اور ان کی محافظ ہے اس لئے آپ ان کے آپس کے معاملات میں اسی اللہ کی اتاری کتاب کے ساتھ حکم کیجئے، اس حق سے ہٹ کر ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ جائیے ان میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک دستور اور راہ مقرر کر دی ہے، اگر منظور مولی ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا، لیکن اس کی چاہت ہے کہ جو تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے، تم نیکیوں کی طرف جلدی کرو، تم سب کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے، پھر وہ تمہیں ہر وہ چیز بتا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہتے ہو* آپ ان کے معاملات میں خدا کی نازل کردہ وحی کے مطابق ہی حکم کیا کیجئے، ان کی خواہشوں کی تابع داری نہ کیجئے، اور ان سے ہشیار رہئے کہ کہیں یہ آپ کو اللہ کے اتارے ہوئے کسی حکم سے ادھر ادھر نہ کریں، اگر یہ لوگ منہ پھیر لیں تو یقین کریں کہ اللہ کا ارادہ یہی ہے کہ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دے ہی ڈالے، اور اکثر لوگ نافرمان ہی ہوتے ہیں* کیا یہ لوگ پھر سے جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں، یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے اللہ تعالی سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟''۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّآ أَنزَلۡنَآ إِلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ بِٱلۡحَقِّ لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُۚ وَلَا تَكُن لِّلۡخَآئِنِينَ خَصِيمٗا ﴾ [النساء:١٠٥]'' یقینا ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو جس اللہ نے تم کو شناسا کیا ہے، اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو''۔

پانچواں تقاضا:

کامل قرآن پر ایمان لانا، نہ کہ اس کے بعض حصے پر

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ ٱلْكِتَٰبِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَن يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰٓ أَشَدِّ ٱلْعَذَابِ ۗ وَمَا ٱللَّهُ بِغَٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴾ [البقرة:۸۵] ”کیا تم لوگ بعض احکام پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ تم میں سے جو بھی ایسا کرے اس کی سزا اس کے سوا کیا ہو کہ دنیا میں رسوائی اور قیامت کے دن سخت عذاب کی مار اور اللہ تعالی تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں“۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ هَٰٓأَنتُمْ أُو۟لَآءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِٱلْكِتَٰبِ كُلِّهِۦ ﴾ [آل عمران:۱۱۹] ”اگر عقلمند ہو (تو غور کرو) ہاں تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے، تم پوری کتاب کو مانتے ہو، (وہ نہیں مانتے پھر محبت کیسی؟)“۔

چھٹا تقاضا:

اس کا چھپانا، اس میں تحریف کرنا، اور اس میں اختلاف کرنا، اور اللہ کے بعض کلام کو بعض سے لڑانا سب حرام ہے

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُۥ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُۥ فَنَبَذُوهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ وَٱشْتَرَوْا۟ بِهِۦ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴾ [آل عمران:۱۸۷] ”اور اللہ تعالی نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کرو

گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں، تو پھر بھی ان لوگوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور اسے بہت کم قیمت پر بیچ ڈالا، ان کا یہ بیوپار بہت برا ہے"۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡتُمُونَ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ وَيَشۡتَرُونَ بِهِۦ ثَمَنٗا قَلِيلًا أُوْلَٰٓئِكَ مَا يَأۡكُلُونَ فِي بُطُونِهِمۡ إِلَّا ٱلنَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ ٱللَّهُ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمۡ وَلَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ ١٧٤ أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ٱشۡتَرَوُاْ ٱلضَّلَٰلَةَ بِٱلۡهُدَىٰ وَٱلۡعَذَابَ بِٱلۡمَغۡفِرَةِۚ فَمَآ أَصۡبَرَهُمۡ عَلَى ٱلنَّارِ ١٧٥ ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ نَزَّلَ ٱلۡكِتَٰبَ بِٱلۡحَقِّۗ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ ٱخۡتَلَفُواْ فِي ٱلۡكِتَٰبِ لَفِي شِقَاقِۭ بَعِيدٖ ﴾ [البقرة:١٧٤-١٧٦] "بیشک جو لوگ اللہ تعالی کی اتاری ہوئی کتاب چھپاتے ہیں اور اسے تھوڑی تھوڑی سے قیمت پر بیچتے ہیں یقین مانو کہ یہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں، قیامت کے دن اللہ تعالی ان سے بات بھی نہ کرے گا، نہ انہیں پاک کرے گا، بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے* یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے اور عذاب کو مغفرت کے بدلے خرید لیا ہے، یہ لوگ آگ کا عذاب کتنا برداشت کرنے والے ہیں* ان عذابوں کا باعث یہی ہے کہ اللہ تعالی نے سچی کتاب اتاری اور اس کتاب میں اختلاف کرنے والے یقیناً دور کے خلاف میں ہیں"۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ فَوَيۡلٞ لِّلَّذِينَ يَكۡتُبُونَ ٱلۡكِتَٰبَ بِأَيۡدِيهِمۡ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنۡ عِندِ ٱللَّهِ لِيَشۡتَرُواْ بِهِۦ ثَمَنٗا قَلِيلٗاۖ فَوَيۡلٞ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتۡ أَيۡدِيهِمۡ وَوَيۡلٞ لَّهُم مِّمَّا يَكۡسِبُونَ ﴾ [البقرة:٧٩] "ان لوگ کے لئے (ویل) ہے جو اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتاب کو اللہ تعالی کی طرف کی کہتے ہیں، اور اس طرح دنیا کماتے ہیں، ان کے ہاتھوں کی لکھائی کو اور ان کی کمائی کو ویل (ہلاکت) اور افسوس ہے"۔

نبی اکرم ﷺ نے ایک قوم کو دیکھا جو باہم جھگڑتے ہوئے ایک دوسرے پر الزام تراشیاں کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِهَذَا، ضَرَبُوا كِتَابَ اللَّهِ بَعْضَهُ بِبَعْضٍ، وَإِنَّمَا نَزَلَ كِتَابُ اللَّهِ يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا، فَلَا تُكَذِّبُوا بَعْضَهُ بِبَعْضٍ، فَمَا عَلِمْتُمْ مِنْهُ فَقُولُوا، وَمَا جَهِلْتُمْ، فَكِلُوهُ إِلَى عَالِمِهِ» ”تم لوگوں سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوگئے، ان لوگوں نے قرآن کے بعض کو بعض سے لڑایا، حالانکہ قرآن تو اس کا بعض حصہ بعض کی تصدیق کے لئے نازل ہوا ہے، اس لئے بعض کے ذریعہ بعض کی تکذیب نہ کرو، تمہیں جتنے کا علم ہو صرف اتنے ہی کے بارے میں گفتگو کرو، اور جس کا تمہیں علم نہیں اسے اس کے علم والے کے سپرد کردو“ (مسند احمد: ۶۷۴۱، صحیح)۔

اللہ کے رسولوں پر ایمان

رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب وہ پختہ یقین واعتقاد رکھنا ہے کہ اللہ نے انہیں تمام لوگوں میں سے مردوں کو رسالت ونبوت کے لئے چنا ہے، ان پر وحی کی ہے، انہیں بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور ایک اللہ کی عبادت بجالانے کا پیغام اس کی مخلوق تک پوری امانت داری سے پہنچاتے تھے ، اور ان پر رحمت وشفقت کا برتاؤ کرتے ہوئے اور (بروز قیامت) ان پر حجت قائم کرنے کی خاطر انہیں غیر اللہ کی عبادت سے بچاتے رہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ ٱللَّهُ يَصۡطَفِي مِنَ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ رُسُلٗا وَمِنَ ٱلنَّاسِۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعُۢ بَصِيرٞ ﴾ [الحج: ٧٥]

" فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کو اللہ ہی چھانٹ لیتا ہے، بیشک اللہ تعالی سننے والا، دیکھنے والا ہے"۔

ایک مقام پر اللہ نے فرمایا:

:﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ إِلَّا رِجَالٗا نُّوحِيٓ إِلَيۡهِمۡۚ فَسۡـَٔلُوٓاْ أَهۡلَ ٱلذِّكۡرِ إِن كُنتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ ﴾ [النحل: ٤٣] " آپ سے پہلے بھی ہم مردوں کو ہی بھیجتے رہے، جن کی جانب وحی اتارا کرتے تھے پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو"۔

ایک مقام پر اللہ نے فرمایا : ﴿ وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِي كُلِّ أُمَّةٖ رَّسُولًا أَنِ ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ وَٱجۡتَنِبُواْ ٱلطَّٰغُوتَۖ ﴾ [النحل: ٣٦] "ہم نے ہر امت پر رسول بھیجا کہ (لوگو) صرف اللہ کی عبادت کرو، اوراس کے سوا تمام معبودوں سے بچو "۔

ایک جگہ اللہ نے فرمایا :﴿ رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى ٱللَّهِ حُجَّةُۢ بَعۡدَ ٱلرُّسُلِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴾ [النساء: ١٦٥] ”ہم نے انہیں رسول بنایا ہے خوشخبریاں سنانے والے ، اور آگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالی پر نہ رہ جائے ، اللہ تعالی بڑا غالب اور بڑا باحکمت ہے “۔

رسولوں پر ایمان لانے کی چند شکلیں

۱- اس بات پر ایمان کہ رسولوں کا پیغام اللہ ہی کی طرف سے ہے ، اور یہ محض اس کی مشیئت اور حکمت کے پیش نظر ہے

اللہ تعالی نے فرمایا:﴿ وَإِذَا جَآءَتۡهُمۡ ءَايَةٞ قَالُواْ لَن نُّؤۡمِنَ حَتَّىٰ نُؤۡتَىٰ مِثۡلَ مَآ أُوتِيَ رُسُلُ ٱللَّهِۘ ٱللَّهُ أَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهُۥ ﴾ [الأنعام: ١٢٤] ” اور جب ان کو کوئی آیت پہنچتی ہے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے ، جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے ، اس موقع کو تو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کہاں وہ اپنی پیغمبری رکھے “۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا:﴿ وَقَالُواْ لَوۡلَا نُزِّلَ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانُ عَلَىٰ رَجُلٖ مِّنَ ٱلۡقَرۡيَتَيۡنِ عَظِيمٍ ٣١ أَهُمۡ يَقۡسِمُونَ رَحۡمَتَ رَبِّكَۚ نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُم مَّعِيشَتَهُمۡ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَاۚ وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٖ دَرَجَٰتٖ لِّيَتَّخِذَ بَعۡضُهُم بَعۡضٗا سُخۡرِيّٗاۗ وَرَحۡمَتُ رَبِّكَ خَيۡرٞ مِّمَّا يَجۡمَعُونَ ﴾ [الزخرف: ٣١-٣٢] ” اور کہنے لگے یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا* کیا آپ کے رب کی رحمت کو یہ تقسیم کرتے ہیں ، ہم نے ہی ان کی زندگانی

دنیا کی روزی ان میں تقسیم کی ہے، اور ایک کو دوسرے سے بلند کیا ہے تاکہ ایک دوسرے کو ماتحت کر لے ، جسے یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں، اس سے آپ کے رب کی رحمت بہت ہی بہتر ہے''۔

نبوت ورسالت محض چلوں اور تپسیاؤں سے حاصل نہیں کی جاسکتی، جیسا کہ بعض گمراہ صوفیوں کا خیال ہے، اور ایسے ہی قدسی قوتوں کے اکٹھا ہونے، گوشہ نشینی اختیار کرنے، اور مؤثر بن جانے سے رسالت ونبوت حاصل ہوسکتی ہے جیسا کہ فلاسفہ کا گمان ہے، بلکہ یہ محض انتخاب اور اللہ کا فضل ہے، اور وہی جسے اپنی مخلوق میں معزز ومکرم سمجھتا ہے اسے اس منصب کے لئے چن لیتا ہے۔

۲- اللہ کے ان تمام رسولوں پر ایمان لانا جن کے نام کا ہمیں صراحتا علم ہے، اور جن کے نام کا ہمیں پتہ نہیں ان پر ہم اجمالی طور پر ایمان لاتے ہیں

جن کے نام کا ہمیں علم ہے ان میں سے چند وہ ہیں جن کا ذکر ابراہیم علیہ السلام کے بعد اس آیت میں موجود ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَوَهَبْنَا لَهُۥٓ إِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِۦ دَاوُۥدَ وَسُلَيْمَٰنَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَٰرُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿٨٤﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿٨٥﴾ وَإِسْمَٰعِيلَ وَٱلْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى ٱلْعَٰلَمِينَ﴾

[الأنعام: ٨٤-٨٦] ''اور ہم نے ان کو اسحاق دیا اور یعقوب، ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی، اور پہلے زمانہ میں ہم نے نوح کو ہدایت کی، اور انکی اولاد میں سے داؤد کو، اور سلیمان کو، اور ایوب کو، اور یوسف کو، اور موسی کو، اور ہارون کو، اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں *اور نیز اسماعیل کو اور یسع کو، اور یونس کو، اور لوط کو، اور ہر ایک کو تمام جہان والوں پر ہم نے فضیلت دی''۔

ایک اور جگہ اللہ نے کچھ اس طرح فرمایا: ﴿وَلَقَدۡ أَرۡسَلۡنَا رُسُلٗا مِّن قَبۡلِكَ مِنۡهُم مَّن قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ وَمِنۡهُم مَّن لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ﴾[غافر: ۷۸]'' یقیناً ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں، جن میں سے بعض کے (واقعات) ہم آپ کو بیان کر چکے ہیں، اور ان میں سے بعض کے (قصے) تو ہم نے آپ کو بیان ہی نہیں کئے''۔

تمام کے تمام نبیوں ورسولوں پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ ان سب کی ایک ہی دعوت ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿ شَرَعَ لَكُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِۦ نُوحٗا وَٱلَّذِيٓ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ وَمَا وَصَّيۡنَا بِهِۦٓ إِبۡرَٰهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰٓۖ أَنۡ أَقِيمُواْ ٱلدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُواْ فِيهِ﴾ [الشوری: ۱۳] ''اللہ تعالی نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کر دیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جو (بذریعہ وحی) ہم نے تیری طرف بھیج دی ہے، اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابرہیم اور موسی اور عیسی (علیہم السلام) کو دیا تھا، اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا''۔

دعوت کی یکسانیت کی بناپر نبیوں اور رسولوں میں سے کسی ایک نبی یا رسول کے انکار کرنے سے سب کا انکار لازم آئے گا، جیسا کہ اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿كَذَّبَتۡ قَوۡمُ نُوحٍ ٱلۡمُرۡسَلِينَ﴾ الشعراء: ۱۰۵] '' قوم نوح نے اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی تکذیب کی''۔

حالانکہ یہ بات سب پر عیاں ہے کہ نوح علیہ السلام تمام رسولوں میں سب سے پہلے تھے اس کے باوجود اس آیت میں سب رسولوں کے جھٹلانے کی بات کہی گئی۔

اور اسی طرح رسولوں کے درمیان تفریق کرنا جائز نہیں، اور نہ ہی ان میں کچھ پر ایمان لانا، اور کچھ پر ایمان نہ لانا، اس لئے اگر کسی نے ایسا کیا تو اس نے کفر کیا، اللہ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡفُرُونَ

بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُواْ بَيۡنَ ٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ وَيَقُولُونَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٖ وَنَكۡفُرُ بِبَعۡضٖ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُواْ بَيۡنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ﴿١٥٠﴾ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡكَٰفِرُونَ حَقّٗاۚ وَأَعۡتَدۡنَا لِلۡكَٰفِرِينَ عَذَابٗا مُّهِينٗا ﴿١٥١﴾ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ وَلَمۡ يُفَرِّقُواْ بَيۡنَ أَحَدٖ مِّنۡهُمۡ أُوْلَٰٓئِكَ سَوۡفَ يُؤۡتِيهِمۡ أُجُورَهُمۡۚ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورٗا رَّحِيمٗا ﴾ [النساء: ١٥٠-١٥٢] ”جو لوگ اللہ کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں، اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں، اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے، اور بعض پر نہیں، اور چاہتے ہیں کہ اس کے اور اس کے بین بین کوئی راہ نکالیں *یقین مانو کہ یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں، اور کافروں کے لئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے *اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے یہ ہیں جنہیں اللہ ان کو پورا ثواب دے گا، اور اللہ بڑی مغفرت والا، بڑی رحمت والا ہے“۔

۳- رسولوں کی تصدیق کرنا اور اللہ کے متعلق فراہم کردہ ان کے جملہ معلومات کو قبول کرنا۔

اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدۡ جَآءَكُمُ ٱلرَّسُولُ بِٱلۡحَقِّ مِن رَّبِّكُمۡ فَـَٔامِنُواْ خَيۡرٗا لَّكُمۡۚ وَإِن تَكۡفُرُواْ فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمٗا ﴾ [النساء: ١٧٠] ”اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر رسول آگیا ہے، پس تم ایمان لاؤ تاکہ تمہارے لئے بہتری ہو اور اگر تم کافر ہو گئے تو اللہ ہی کی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اور اللہ دانا اور حکمت والا ہے“۔

اور اللہ تعالی نے دوسرے مقام پر یوں فرمایا: ﴿ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴾ [الزمر : ۳۳] ”اور جو سچے دین کو لائے، اور جس نے اس کی تصدیق کی ، یہی لوگ پارسا ہیں“۔

اور اللہ تعالی نے دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ① مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ② وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ③ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ④ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ﴾ [النجم : ۱-۵] ”قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے * کہ تمہارے ساتھی نے نہ راہ گم کی ہے اور نہ وہ ٹیڑھی راہ پر ہے * اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں * وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے، * اسے پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے“۔

گذرے ہوئے انبیاء کرام کی وہ تمام صحیح خبریں جسے اللہ نے اپنی کتاب میں ثابت کیا ہے یا نبی اکرم ﷺ کی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اس کی تصدیق کرنا واجب ہے۔

اور رہی بات جن انبیاء کرام کا تذکرہ اسرائیلی روایات میں ہے تو اس کے متعلق وہی رائے قائم کی جائے گی جس کی تفصیلات کتابوں پر ایمان کے بحث میں گذر چکی ہے، اور ان روایتوں کے تعلق سے جو ہمارے نبی ﷺ سے مرفوعا بیان کی جاتیں ہیں اس میں محدثین کے اصول و قواعد کی روشنی میں فیصلہ لیا جائے گا، تاکہ ضعیف روایتوں کے مقابلے میں صحیح روایتوں کی معرفت تک رسائی ہو سکے، اس تحقیق کے بعد جو روایت درجہ صحیح تک پہنچے اسے قبول کرتے ہوئے اس پر ایمان لانا واجب ہے۔

۴- رسولوں کی اطاعت، ان کی اتباع اور انہیں اپنا فیصل تسلیم کرنا۔

اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ﴾ [النساء: ٦٤] ”ہم نے ہر ایک رسول کو صرف اسی لئے بھیجا کہ اللہ تعالی کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے“۔

امت کے ہر فرد پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنی قوم میں بھیجے گئے نبی کی اطاعت اور اتباع کرے، اور آخری نبی وخاتم النبیین محمد (صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین) ہیں، آپ کی اتاری گئی شریعت سابقہ تمام شریعتوں کے لئے ناسخ ہے، اور آپ کی اطاعت واتباع آپ کے بارے میں سننے والے ہر فرد پر واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ ٱلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ ٱلرَّسُولَ ٱلنَّبِيَّ ٱلْأُمِّيَّ ٱلَّذِي يَجِدُونَهُۥ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي ٱلتَّوْرَىٰةِ وَٱلْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَىٰهُمْ عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ ٱلْخَبَٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَٱلْأَغْلَٰلَ ٱلَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِهِۦ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَٱتَّبَعُوا۟ ٱلنُّورَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ مَعَهُۥٓ ۙ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾ قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّي رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ٱلَّذِي لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِۦ وَيُمِيتُ ۖ فَـَٔامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِ ٱلنَّبِيِّ ٱلْأُمِّيِّ ٱلَّذِي يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَكَلِمَٰتِهِۦ وَٱتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴾ [الأعراف: ١٥٧-١٥٨] ”جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں، اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں، اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں، اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں، اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں، سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں، اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں، اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے، ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں* آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ تعالی کا بھیجا ہوا ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے

لائق نہیں، وہی زندگی دیتا ہے، اور وہی موت دیتا ہے، سو اللہ تعالی پر ایمان لاؤ، اور اس کے نبی امی پر جو کہ اللہ تعالی پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں، اور ان کا اتباع کرو تاکہ تم راہ پر آجاؤ "۔

ایک اور مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣١﴾ قُلْ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَإِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴾ [آل عمران: ٣١-٣٢] "کہہ دیجئے اگر تم اللہ تعالی سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالی تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اور اللہ تعالی بڑا بخشنے والا مہربان ہے * کہہ دیجئے کہ اللہ تعالی اور رسول کی اطاعت کرو، اگر یہ منہ پھیر لیں تو بیشک اللہ تعالی کافروں سے محبت نہیں کرتا"۔

ایک اور مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا۟ فِىٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴾ [النساء: ٦٥] "سو قسم ہے تیرے پروردگار کی، یہ مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں، اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں "۔

۵- رسولوں سے دوستی، ان سے محبت اور ان کی توقیر اور ان کے لئے دعائے سلامتی

اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَٰكِعُونَ ﴿٥٥﴾ وَمَن يَتَوَلَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ فَإِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْغَٰلِبُونَ ﴾ [المائدة: ٥٥-٥٦] " (مسلمانو) تمہارا دوست خود اللہ ہے، اور اس کا رسول ہے، اور ایمان والے ہیں،

جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں، اور زکوۃ ادا کرتے ہیں، اور وہ رکوع (خشوع وخضوع) کرنے والے ہیں
*اور جو شخص اللہ تعالی سے اور اس کے رسول سے اور مسلمانوں سے دوستی کرے، وہ یقین مانے کہ اللہ تعالی کی جماعت ہی غالب رہے گی"۔

دوسری جگہ اللہ نے فرمایا: ﴿فَلَمَّآ أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنۡهُمُ ٱلۡكُفۡرَ قَالَ مَنۡ أَنصَارِيٓ إِلَى ٱللَّهِۖ قَالَ ٱلۡحَوَارِيُّونَ نَحۡنُ أَنصَارُ ٱللَّهِ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَٱشۡهَدۡ بِأَنَّا مُسۡلِمُونَ﴾ [آل عمران:٥٢] " مگر جب حضرت عیسی (علیہ السلام) نے ان کا کفر محسوس کر لیا تو کہنے لگے، اللہ تعالی کی راہ میں میری مدد کرنے والا کون کون ہے؟ حواریوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالی کی راہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ تعالی پر ایمان لائے، اور آپ گواہ رہیئے کہ ہم تابع دار ہیں"۔

اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿قُلۡ إِن كَانَ ءَابَآؤُكُمۡ وَأَبۡنَآؤُكُمۡ وَإِخۡوَٰنُكُمۡ وَأَزۡوَٰجُكُمۡ وَعَشِيرَتُكُمۡ وَأَمۡوَٰلٌ ٱقۡتَرَفۡتُمُوهَا وَتِجَٰرَةٞ تَخۡشَوۡنَ كَسَادَهَا وَمَسَٰكِنُ تَرۡضَوۡنَهَآ أَحَبَّ إِلَيۡكُم مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَجِهَادٖ فِي سَبِيلِهِۦ فَتَرَبَّصُواْ حَتَّىٰ يَأۡتِيَ ٱللَّهُ بِأَمۡرِهِۦۗ وَٱللَّهُ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلۡفَٰسِقِينَ﴾ [التوبة:٢٤] " آپ کہہ دیجئے، کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو، اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالی اپنا عذاب لے آئے، اللہ تعالی فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔

اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَسَلَٰمٌ عَلَى ٱلۡمُرۡسَلِينَ﴾ [الصافات:١٨١] " اور پیغمبروں پر سلام ہے"۔

اور اپنے نبی ﷺ کے متعلق اللہ نے اس طرح فرمایا: ﴿ لِّتُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴾ [الفتح: ٩] ”تاکہ (اے مسلمانوں) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو، اور اس کا ادب کرو، اور اللہ کی پاکی بیان کرو صبح و شام“۔

اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴾ [الأحزاب:٥٦] ”اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو، اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو“۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: «لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ» ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں“۔ (صحیح البخاری:١٥، صحیح مسلم:٤٤)۔

یوم آخرت پر ایمان

یوم آخرت پر ایمان کا مطلب ہے ایسا پختہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالی بندوں کو اس دن تک مہلت میں رکھے گا جس دن انہیں ان کی قبروں سے دوبارہ اٹھائے گا، اور ان کے اعمال کا محاسبہ کرے گا، اور ان کے کئے ہوئے اعمال پر یا تو انہیں جنت میں داخل کرے گا یا پھر انہیں جہنم رسید کردے گا۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ﴾ [إبراهيم:٤٢]

"اس دن تک مہلت دیئے ہوئے ہیں جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی"۔

اللہ نے فرمایا: ﴿زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن لَّن يُبْعَثُوا ۚ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۚ وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾ [التغابن : ٧] " ان کافروں نے خیال کیا ہے کہ دوبارہ زندہ نہ کئے جائیں گے، آپ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں، اللہ کی قسم! تم ضرور دوبارہ اٹھائے جاؤ گے، پھر جو تم نے کیا ہے اس کی خبر دیئے جاؤ گے، اور اللہ پر یہ بالکل ہی آسان ہے"۔

ایک مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَتَفَرَّقُونَ ﴿١٤﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ﴿١٥﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ فَأُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ﴾ [الروم: ١٤-١٦]

"اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن (جماعتیں) الگ الگ ہو جائیں گی * جو ایمان لا کر نیک اعمال کرتے رہے، وہ تو جنت میں خوش وخرم کردیئے جائیں گے * اور جنہوں نے کفر کیا تھا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو جھوٹا ٹھہرایا تھا وہ سب عذاب میں پکڑ کر حاضر رکھے جائیں گے"۔

یوم آخرت پر ایمان کو جو چیزیں شامل ہیں ان کی تفصیلات درج ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیں

١- موت کے بعد رونما ہونے والی چیزوں پر ایمان

حالت نزاع میں فرشتوں کو دیکھنا، میت سے اس کے رب، دین، اور نبی کے متعلق دو فرشتوں کے سوال کے نتیجے میں حاصل ہونے والا فتنہ قبر، اور برزخی زندگی میں ملنے والے عذاب اور اس کی نعمت پر ایمان لانا، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذْ يَتَوَفَّى ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ۙ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَـٰرَهُمْ وَذُوقُوا۟ عَذَابَ ٱلْحَرِيقِ﴾ [الأنفال : ٥٠] "کاش کہ تو دیکھتا جب کہ فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں، اور ان کے منہ پر اور سرینوں پر مار مارتے ہیں (اور کہتے ہیں) تم جلنے کا عذاب چکھو"۔

ایک مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُوا۟ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسْتَقَـٰمُوا۟ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا۟ وَلَا تَحْزَنُوا۟ وَأَبْشِرُوا۟ بِٱلْجَنَّةِ ٱلَّتِى كُنتُمْ تُوعَدُونَ﴾ [فصلت: ٣٠] " (واقعی) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر اسی پر قائم رہے، ان کے پاس فرشتے آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو، اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو"۔

اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَحَاقَ بِـَٔالِ فِرْعَوْنَ سُوٓءُ ٱلْعَذَابِ ﴿٤٥﴾ ٱلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ ٱلسَّاعَةُ أَدْخِلُوٓا۟ ءَالَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ ٱلْعَذَابِ﴾

[غافر: ٤٥-٤٦] "اور فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب الٹ پڑا *آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح شام لائے جاتے ہیں، اور جس دن قیامت قائم ہو گی (فرمان ہو گا کہ) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو"۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « إِنَّ العَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ، وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، أَتَاهُ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ، فَيَقُولاَنِ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟، فَأَمَّا المُؤْمِنُ، فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، فَيُقَالُ لَهُ: انْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ أَبْدَلَكَ اللَّهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الجَنَّةِ، فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا ، وَأَمَّا المُنَافِقُ وَالكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ: لاَ أَدْرِي، كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ، فَيُقَالُ: لاَ دَرَيْتَ وَلاَ تَلَيْتَ، وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً، فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ» ”آدمی جب اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے رخصت ہو جاتے ہیں،_ اور وہ ان کے جوتے کی آواز سنتا رہتا ہے_ اتنے میں اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، وہ اسے اٹھا کر بٹھا دیتے ہیں اور اس سے یہ پوچھتے ہیں: اس شخص یعنی محمد کے بارے میں تو کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ مومن تو اس کے جواب میں یہ کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کی رسول ہیں، تو اس سے کہا جائے گا کہ تم جہنم کا اپنا ٹھکانا دیکھو، لیکن اللہ نے اس کے بدلے تمہارے لئے جنت میں ٹھکانا بنا دیا ہے، اس وقت اسے جنت و جہنم دونوں ٹھکانے دکھائے جائیں گے، اور رہی بات منافق و کافر کی تو ان دونوں سے پوچھا جائے گا: اس شخص کے بارے میں تم سب کیا کہتے تھے؟ تو یہ لوگ کہیں گے مجھے پتہ نہیں، ہم تو اس شخص کے متعلق یہی کہتے تھے جو لوگ کہتے تھے، تو ان سے کہا جائے گا کہ نہ تو تو نے سمجھا اور نہ ہی سمجھنے والوں کی اتباع کی، پھر اسے لوہے کے ہتھوڑے سے ایک ضرب لگائی جائے گی، پھر وہ اتنی زور سے چیخے گا کہ انس و جن کے سوا اس کے قریب کی ساری چیزیں اس کی چیخ سن لیں گی“۔(صحیح البخاری: ۱۳۷۴، صحیح مسلم: ۲۸۷۰)۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا گذر دو قبروں سے ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ البَوْلِ، وَأَمَّا الآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ» ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً، فَشَقَّهَا نِصْفَيْنِ، فَغَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لِمَ فَعَلْتَ هَذَا؟ قَالَ: «لَعَلَّهُ يُخَفِّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا» ”بے شک ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے، اور کسی بڑی چیز کی وجہ سے انہیں عذاب نہیں دیا جارہا ہے، رہی بات ان میں ایک شخص کی تو وہ پیشاب (کی چھیٹوں) سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا شخص چغل خوری کرتا تھا“، پھر آپ نے ایک ہری ٹہنی لی اور اسے دو ٹکڑوں میں پھاڑ دیا، اور ان دونوں قبروں پر ایک ایک گاڑ دیا، صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ نے فرمایا: ” امید ہے کہ اس کے خشک ہونے تک ان کے عذاب میں تخفیف کردی جائے“۔ (صحیح البخاری: ۲۱۸، صحیح مسلم: ۲۹۲)۔

۲- قیامت اور اس کی نشانیوں پر ایمان

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ ٱللَّهُ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ وَٱلْمِيزَانَ ۗ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ ٱلسَّاعَةَ قَرِيبٌ ﴿١٧﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۖ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا ٱلْحَقُّ ۗ أَلَآ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُمَارُونَ فِى ٱلسَّاعَةِ لَفِى ضَلَٰلٍۭ بَعِيدٍ ﴾ [الشوری: ۱۷-۱۸] ” اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ہے، اور ترازو بھی (اتاری ہے) اور آپ کو کیا خبر شاید قیامت قریب ہی ہو * اس کی جلدی انہیں پڑی ہے جو اسے نہیں مانتے، اور جو اس پر یقین رکھتے ہیں وہ تو اس سے ڈر رہے ہیں، انہیں اس کے حق ہونے کا پورا علم ہے، یاد رکھو جو لوگ قیامت کے معاملہ میں لڑ جھگڑ رہے ہیں وہ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں“۔

اور ایک دوسری جگہ اللہ نے فرمایا:﴿ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا ٱلسَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً ۖ فَقَدْ جَآءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرَىٰهُمْ ﴾ [محمد: ١٨] ”تو کیا یہ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان کے پاس اچانک آجائے، یقیناً تو اس کی علامتیں آچکی ہیں پھر جب کہ ان کے پاس قیامت آجائے انہیں نصیحت کرنا کہاں ہوگا“۔

قیامت کی بعض بڑی نشانیاں وہ ہیں جسے اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث بیان کر رہی ہے: «إِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتَّى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ -فَذَكَرَ -الدُّخَانَ، وَالدَّجَّالَ، وَالدَّابَّةَ، وَطُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَنُزُولَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَثَلَاثَةَ خُسُوفٍ: خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَآخِرُ ذَلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ، تَطْرُدُ النَّاسَ إِلَى مَحْشَرِهِمْ» ” قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ اس کے وقوع سے پہلے دس نشانیاں دیکھ لیں، -اور وہ یہ ہیں—دھواں، دجال، چوپایا، مغرب سے سورج کا طلوع ہونا، عیسی بن مریم کا نزول، یاجوج وماجوج کا خروج، اور تین مقام یعنی مشرق میں، مغرب میں، اور جزیرہ عرب میں زمین کا دھنسنا اور اس کی آخری نشانی ہے یمن سے ایسی آگ نکلے گی جو لوگوں (کفار) کو کھدیڑتے ہوئے ان کے مجمع تک لے جائے گی“۔(صحیح مسلم: ٢٩٠١)۔

قیامت انتہائی تیزی سے اور اچانک واقع ہوگی، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:﴿ يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلسَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَىٰهَا ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّى ۖ لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَآ إِلَّا هُوَ ۚ ثَقُلَتْ فِى ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً ۗ يَسْـَٔلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِىٌّ عَنْهَا ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ ٱللَّهِ وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ [الأعراف: ١٨٧] ”یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا، آپ فرمادیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے، اس کے وقت پر اس کو سوا اللہ

کے کوئی اور ظاہر نہ کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری (حادثہ) ہو گا، وہ تم پر محض اچانک آپڑے گی، وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم خاص اللہ ہی کے پاس ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے "۔

ایک دوسری جگہ اللہ نے یوں فرمایا: ﴿وَمَآ أَمۡرُ ٱلسَّاعَةِ إِلَّا كَلَمۡحِ ٱلۡبَصَرِ أَوۡ هُوَ أَقۡرَبُۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ﴾ [النحل : ٧٧] "اور قیامت کا امر تو ایسا ہی ہے جیسا کہ آنکھ کا جھپکنا، بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب، بیشک اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے "۔

اور قیامت کا وقوع بے ہوشی والے نفخہ صور سے ہو گا، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَنُفِخَ فِي ٱلصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَن فِي ٱلۡأَرۡضِ إِلَّا مَن شَآءَ ٱللَّهُ﴾ [الزمر: ٦٨] " اور صور پھونک دیا جائے گا، پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے"۔

۳-بعث بعد الموت (موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے) پر ایمان

بعث کا مطلب ہے اللہ تعالی کا تمام بندوں کو ان کی قبر سے ننگے پاؤں، ننگے بدن، بلا ختنہ کئے ہوئے، بے سر و سامانی کے عالم میں زندہ نکالنا، اور یہ کیفیت دوسری بار صور پھونکنے کے بعد واقع ہو گی، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخۡرَىٰ فَإِذَا هُمۡ قِيَامٞ يَنظُرُونَ﴾ [الزمر: ٦٨] "پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا، پس وہ کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے "۔

اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَنُفِخَ فِي ٱلصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ ٱلۡأَجۡدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمۡ يَنسِلُونَ﴾ [یس: ٥١] " تو صور کے پھونکے جاتے ہی سب کے سب اپنی قبروں سے اپنے پروردگار کی طرف (تیز تیز) چلنے لگیں گے"۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا » ”بروز قیامت لوگ ننگے پاؤں اور ننگے بدن، اور بلا ختنہ کے جمع کئے جائیں گے “۔(صحیح البخاری:۳۳۴۹، صحیح مسلم:۲۸۶۰) ۔

۴- قیامت کبری کے احوال پر ایمان

اللہ تعالی نے فرمایا:﴿يَوْمَ يَقُومُ ٱلنَّاسُ لِرَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ﴾ [المطففين: ٦] ” جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے“۔

قیامت کے احوال یہ ہیں کہ لوگ رب العالمین کے لئے میدان قیامت میں دیر تک کھڑے رہیں گے ،اور ایک ندا دینے والا انہیں سنائے گا،اور ایک دیکھنے والا سبھی کو دیکھے گا،سورج ان سے قریب آجائے گا، پسینے منہ تک آجائیں گے، حوض لایا جائے گا،نامہ اعمال پھیلادیئے جائیں گے، میزان قائم کیا جائے گا،پل صراط نصب کردیا جائے گا،بہت بڑے میدان میں ہوں گے،ہولناک حالات ہوں گے۔

۵- قیامت کے دن کے حساب پر ایمان

اللہ کا ارشاد ہے:﴿إِنَّ إِلَيْنَآ إِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم﴾ [الغاشية: ٢٥-٢٦]

”بیشک ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے*پھر بیشک ہمارے ذمہ ہے ان سے حساب لینا “۔

ایک دوسری جگہ اللہ نے فرمایا:﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَٰبَهُۥ بِيَمِينِهِۦ ﴿٧﴾ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا﴾ [الانشقاق: ٧-٨] ” تو(اس وقت) جس شخص کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا*تواس کا حساب بڑی آسانی سے لیا جائے گا“۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ فَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرٗا يَرَهُۥ ۝٧ وَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٖ شَرّٗا يَرَهُۥ ﴾ [الزلزلة: ٧-٨] ”پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا * اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا“۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ وَنَضَعُ ٱلۡمَوَٰزِينَ ٱلۡقِسۡطَ لِيَوۡمِ ٱلۡقِيَٰمَةِ فَلَا تُظۡلَمُ نَفۡسٞ شَيۡـٔٗاۖ وَإِن كَانَ مِثۡقَالَ حَبَّةٖ مِّنۡ خَرۡدَلٍ أَتَيۡنَا بِهَاۗ وَكَفَىٰ بِنَا حَٰسِبِينَ ﴾ [الأنبياء: ٤٧] ”قیامت کے دن ہم درمیان میں لا رکھیں گے ٹھیک ٹھیک تولنے والی ترازو کو، پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا، اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا ہم اسے لا حاضر کریں گے، اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے“۔

اور مخلوق کے حساب کی دو قسمیں ہیں

۱- اہل ایمان کا حساب

اہل ایمان کا حساب یا تو پیشی کی صورت میں ہوگی یا پھر سختی سے پوچھ تاچھ کی، البتہ پیشی کا حساب تو ان خوش نصیبوں کا ہوگا جن کے نیک اعمال اللہ کے لئے پہلے ہو چکے ہوں گے، اور اسی بات کی وضاحت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: « إِنَّ اللَّهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ، فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَيَسْتُرُهُ، فَيَقُولُ: أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟، أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ أَيْ رَبِّ!، حَتَّى إِذَا قَرَّرَهُ بِذُنُوبِهِ، وَرَأَى فِي نَفْسِهِ أَنَّهُ هَلَكَ، قَالَ: سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا، وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ، فَيُعْطَى كِتَابَ حَسَنَاتِهِ » ”**بیشک اللہ** بندہ مؤمن کو اپنے قریب کرلے گا، پھر اس پر اپنی رحمت کا پردہ ڈال کر اسے چھپا لے گا، اور فرمائے گا: کیا

تجھے فلاں گناہ کا علم ہے، ؟ کیا تجھے فلاں گناہ کی جانکاری ہے""؟ وہ کہے گا: ہاں، اے رب! یہاں تک کہ اللہ اس کے تمام گناہوں کا اقرار کروالے گا، اور وہ دل ہی دل میں یہ خیال کرے گا کہ اب تو ہلاک ہو گیا، تو اللہ اس سے فرمائے گا: میں نے دنیا میں تمہارے گناہوں پر پردہ پوشی کی، اور میں اسے آج تمہارے لئے معاف کرتا ہوں، پھر اللہ اسے اس کا نامہ اعمال اس کے سپرد کردے گا"۔(صحیح البخاری:۲۴۴۱، صحیح مسلم:۲۷۶۸)۔

اور رہی بات سختی سے پوچھ تاچھ والے حساب کا تو وہ گناہ کبیرہ سرزد ہونے والے موحدین کے بیچ واقع ہوگا، اللہ ان میں سے جسے چاہے ان کے گناہوں کے پاداش میں دوزخ میں عذاب دے گا، اور پھر ان کا آخری ٹھکانہ جنت ہوگی، جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں اس کی وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « لَيْسَ أَحَدٌ يُحَاسَبُ يَوْمَ القِيَامَةِ إِلا هَلَكَ» فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَيْسَ قَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: {فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا} [الانشقاق: ٨] فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا ذَلِكِ العَرْضُ، وَلَيْسَ أَحَدٌ يُنَاقَشُ الحِسَابَ يَوْمَ القِيَامَةِ إِلا عُذِّبَ » "جس سے بھی قیامت کے دن حساب لیا گیا تو وہ ہلاک ہو گیا،" عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا"جس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو عنقریب اس سے ایک آسان حساب لیا جائے گا""؟ اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ تو صرف پیشی ہوگی، لیکن جس کے بھی حساب میں قیامت کے دن کھود کرید کی گئی تو اس کو یقینی طور پر عذاب ہوگا"۔(صحیح البخاری:۶۵۳۷، صحیح مسلم:۲۸۶۷)۔

۲-اہل کفر کا حساب

یہ وہ لوگ ہیں کہ نیکی اور بدی کے درمیان موازنہ کا حساب نہیں کیا جائے گا، کیونکہ حقیقت میں ان کی کوئی نیکی ہی نہیں ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ وَقَدِمْنَآ إِلَىٰ مَا عَمِلُوا۟ مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَـٰهُ هَبَآءً مَّنثُورًا ﴾ [الفرقان: ۲۳] ''اور انہوں نے جو جو اعمال کئے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انہیں پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا''۔

بلکہ کفار کو ان کے کئے ہوئے اعمال سے باخبر کیا جائے گا، اور وہ اس کا اعتراف بھی کریں گے، جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سابقہ روایت میں ہے: « وَأَمَّا الْكُفَّارُ وَالْمُنَافِقُونَ، فَيُنَادَى بِهِمْ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ: ﴿هَـٰٓؤُلَآءِ ٱلَّذِينَ كَذَبُوا۟ عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلظَّـٰلِمِينَ ﴾ [هود: ۱۸] » ''اور رہی بات کفار و منافقین کی تو انہیں ساری مخلوقات کے سامنے پکارا جائے گا، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا، خبردار رہو کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر''۔ (صحیح البخاری: ۲۴۴۱، صحیح مسلم: ۲۷۶۸)۔

٦- جزاو سزا پر ایمان

جزاو سزا پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ جنت و دوزخ برحق ہے، اور جنت ٹھکانا ہے جسے اللہ نے اپنے متقی بندوں کے لئے بدلہ کے طور پر تیار کیا ہے، جس میں طرح طرح کی حسی اور معنوی دونوں نعمتیں ہیں، جسے نہ کسی آنکھ نے اب تک دیکھا ہے، اور نہ ہی کسی کان نے سنا ہے، اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا خیال آیا ہے۔

اور ایسے ہی جہنم کافروں کے بدلے کے لئے ان کا ٹھکانا اللہ نے بنایا ہے، جس میں طرح طرح کے حسی و معنوی عذاب ہیں، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ ثُمَّ أَوْرَثْنَا ٱلْكِتَـٰبَ ٱلَّذِينَ ٱصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۖ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِۦ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِٱلْخَيْرَٰتِ بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْفَضْلُ ٱلْكَبِيرُ ﴿٣٢﴾ جَنَّـٰتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ

وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٣٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۖ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٤﴾ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِن فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُم مِّنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ﴿٣٦﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ﴾ [فاطر: ٣٢-٣٧] ”پھر ہم نے ان لوگوں کو (اس) کتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا، پھر بعضے تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعضے ان میں متوسط درجہ کے ہیں، اور بعضے ان میں اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کئے چلے جاتے ہیں، یہ بڑا فضل ہے *وہ باغات میں ہمیشہ رہنے کے جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور پوشاک ان کی وہاں ریشم کی ہوگی *اور کہیں گے کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے غم دور کیا، بیشک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے *جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اتارا، جہاں نہ ہم کو کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہم کو کوئی خستگی پہنچے گی *اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے، نہ تو ان کی قضا ہی آئے گی کہ مر ہی جائیں اور دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا، ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں *اور وہ لوگ اس میں چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو نکال لے، ہم اچھے کام کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو ہم کیا کرتے تھے (اللہ کہے گا) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا، اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا سو مزا چکھو کہ (ایسے) ظالموں کا کوئی مددگار نہیں“۔

تقدیر پر ایمان

تقدیر پر ایمان ایسے ٹھوس عقیدے کو کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اپنے علم ازلی سے خلائق کی تقدیروں کو مقدر کیا ہے، اور اسے لوح محفوظ میں لکھا ہے، اور اپنی مشیئت سے اسے جاری کیا ہے، اور اپنی قدرت سے اسے وجود بخشا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَهُ بِقَدَرٍ﴾ [القمر: ٤٩] "بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک (مقررہ) اندازے پر پیدا کیا ہے"۔

ایک اور جگہ اللہ نے فرمایا: ﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا﴾ [الفرقان: ٢] "اور ہر چیز کو اس نے پیدا کر کے ایک مناسب اندازہ ٹھہرا دیا ہے"۔

اور تقدیر پر ایمان میں جو چیزیں شامل ہیں ان کی تفصیل درج ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیں

۱-اللہ کے علم پر ایمان

اللہ کی علم پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ علم ازلی، ابدی اور ہر چیز کو کلی اور تفصیلی طور پر شامل ہے، چاہے اس کا تعلق اللہ کے افعال سے یعنی بندوں کی عمریں اور ان کی روزیاں مقدر کرنے سے ہو یا پھر وہ بندوں کے افعال سے یعنی ان کی اطاعت اور معصیت سے جڑا ہو، جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [البقرة: ٢٩] "اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے"۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾ [الأنعام: ٩٦] "یہ ٹھہرائی بات ہے ایسی ذات کی جو کہ قادر ہے"۔

بلاشک اللہ تعالی کو علم ہے کہ کون اس کی اطاعت اور کون اس کی نافرمانی کرے گا، ایسے ہی جیسے اسے معلوم ہے کہ کون زیادہ عمر سے نوازا جائے گا اور کس کی عمر میں کمی کی جائے گی۔

۲- اللہ کے لوح محفوظ میں تقدیر لکھنے پر ایمان رکھنا

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿مَآ أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِى كِتَٰبٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَآ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ﴾ [الحديد: ٢٢] ''نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ (خاص) تمہاری جانوں میں مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے، یہ (کام) اللہ تعالی پر بالکل آسان ہے ''۔

اور دوسری جگہ اللہ نے فرمایا: ﴿عَٰلِمِ ٱلْغَيْبِ ۖ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِى ٱلْأَرْضِ وَلَآ أَصْغَرُ مِن ذَٰلِكَ وَلَآ أَكْبَرُ إِلَّا فِى كِتَٰبٍ مُّبِينٍ﴾ [سبأ: ٣] '' جو عالم الغیب ہے کہ وہ (قیامت) یقیناتم پے آئے گی، اللہ تعالی سے ایک ذرہ کے برابر کی چیز بھی پوشیدہ نہیں ،نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، بلکہ اس سے بھی چھوٹی اور بڑی ہر چیز کھلی کتاب میں موجود ہے''۔

عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: « كَتَبَ اللَّهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، قَالَ: وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ » ''اللہ تعالی نے زمین وآسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے خلائق کی تقدیروں کو (لوح محفوظ میں) لکھا، اور فرمایا: اللہ کا عرش پانی پر ہے''۔(صحیح مسلم: ۲۶۵۳)۔

اور ایک دوسری روایت جو عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: «إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ، فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ قَالَ: رَبِّ وَمَاذَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: اكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ » ''اللہ نے

سب سے پہلے قلم پیدا کیا، پھر اس سے کہا: لکھ، تو اس نے کہا: اے رب! کیا چیز لکھوں؟ فرمایا: قیامت تک ہونے والے ہر چیز کی تقدیریں لکھ دو"۔(أبو داؤد: ۴۷۰۰ واللفظ له، ترمذي: ۲۱۵۵، صحيح)۔

اللہ نے علم اور لوح محفوظ میں تقدیر رقم کرنے کو اپنے اس آیت میں بیان فرمایا: ﴿أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِى ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ ۗ إِنَّ ذَٰلِكَ فِى كِتَٰبٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ﴾ [الحج: ۷۰] " کیا آپ نے نہیں جانا کہ آسمانوں زمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے، یہ سب لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے، اللہ تعالی پر تو یہ امر بالکل آسان ہے"۔

۳-اللہ کی نافذ ہونے والی مشیئت پر ایمان

اللہ نے جو چاہا وہی ہوا، جو نہیں چاہا وہ نہیں ہوا، جو وہ نوازے اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جو وہ روک لے اسے کوئی نوازنے والا نہیں، اس کے فیصلے کو کوئی ٹالنے والا نہیں، اس کی بادشاہت میں وہ ہو ہی نہیں سکتا جو اس کی چاہت کے خلاف ہو، جسے چاہتا اپنے فضل وکرم سے ہدایت کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے اپنے عدل سے گمراہ کر دیتا ہے، اور اس کے فیصلے کو کوئی الٹنے والا نہیں۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ مَا ٱقْتَتَلَ ٱلَّذِينَ مِنۢ بَعْدِهِم مِّنۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ ٱلْبَيِّنَٰتُ وَلَٰكِنِ ٱخْتَلَفُوا۟ فَمِنْهُم مَّنْ ءَامَنَ وَمِنْهُم مَّن كَفَرَ ۚ وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ مَا ٱقْتَتَلُوا۟ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ﴾ [البقرة: ۲۵۳] "اگر اللہ تعالی چاہتا تو ان کے بعد والے اپنے پاس دلیلیں آجانے کے بعد ہرگز آپس میں لڑائی بھڑائی نہ کرتے، لیکن ان لوگوں نے اختلاف کیا، ان میں سے بعض تو مومن ہوئے اور بعض کافر، اور اگر اللہ تعالی چاہتا تو یہ آپس میں نہ لڑتے، لیکن اللہ تعالی جو چاہتا ہے کرتا ہے"۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿لِمَن شَآءَ مِنكُمۡ أَن يَسۡتَقِيمَ ﴿٢٨﴾ وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلۡعَٰلَمِينَ﴾ [التکویر: ٢٨-٢٩] " (بالخصوص) اس کے لئے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے * اور تم بغیر پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے"۔

۴- اللہ کے پوری کائنات کے خالق وموجد ہونے پر ایمان لانا

یاد رہے کہ اللہ خالق ہے اور اس کے سوا جو بھی ہیں سب کے سب مخلوق ہیں، اور کائنات کی تمام چیزیں ان کا اصل، ان کی صفات، ان کے حرکات وسکنات مخلوق اور حادث ہیں، اللہ تعالی ہی ان کا خالق و موجد ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿ٱللَّهُ خَٰلِقُ كُلِّ شَيۡءٖۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ وَكِيلٞ﴾ [الزمر: ٦٢] " اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے"۔

ایک دوسری جگہ اللہ نے فرمایا: ﴿وَٱللَّهُ خَلَقَكُمۡ وَمَا تَعۡمَلُونَ﴾ [الصافات: ٩٦] "تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے"۔

بندوں کے افعال اللہ کی مخلوق ہیں، اور وہ بندوں کے کسب ہیں، جیسا کہ اللہ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے: ﴿لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَعَلَيۡهَا مَا ٱكۡتَسَبَتۡ﴾ [البقرة: ٢٨٦] "جو نیکی وہ کرے وہ اس کے لئے، اور جو برائی وہ کرے وہ اس پر ہے "۔

۵- اللہ کی مشیئت اور اس کی محبت کے باہم لازم وملزوم نہ ہونے پر ایمان لانا

اللہ اپنی حکمت بالغہ اور غایت محکم کے پیش نظر بسا اوقات جس کو چاہتا ہے اس سے محبت نہیں کرتا، اور جس محبت کرتا ہے اسے چاہتا نہیں، جیسا کہ اس کا فرمان ہے: ﴿وَلَوۡ شِئۡنَا لَأٓتَيۡنَا كُلَّ نَفۡسٍ هُدَىٰهَا وَلَٰكِنۡ حَقَّ ٱلۡقَوۡلُ مِنِّي لَأَمۡلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ ٱلۡجِنَّةِ وَٱلنَّاسِ أَجۡمَعِينَ﴾

[السجدة: ١٣] "اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت نصیب فرمادیتے، لیکن میری یہ بات بالکل حق ہو چکی ہے کہ میں ضرور ضرور جہنم کو انسانوں اور جنوں سے پر کردوں گا"۔

اور دوسرے مقام میں اللہ نے فرمایا: ﴿إِن تَكْفُرُواْ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَنِيٌّ عَنكُمْ ۖ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ ٱلْكُفْرَ ۖ وَإِن تَشْكُرُواْ يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ﴾ [الزمر: ٧] "اگر تم ناشکری کرو تو (یاد رکھو کہ) اللہ تعالی تم (سب سے) بے نیاز ہے، اور وہ اپنے بندوں کی ناشکری سے خوش نہیں، اور اگر تم شکر کرو تو وہ اسے تمہارے لئے پسند کرے گا"۔

٦- شریعت اور تقدیر کے باہم متصادم نہ ہونے پر ایمان لانا

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ﴿٤﴾ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَٱتَّقَىٰ ﴿٥﴾ وَصَدَّقَ بِٱلْحُسْنَىٰ ﴿٦﴾ فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلْيُسْرَىٰ ﴿٧﴾ وَأَمَّا مَنۢ بَخِلَ وَٱسْتَغْنَىٰ ﴿٨﴾ وَكَذَّبَ بِٱلْحُسْنَىٰ ﴿٩﴾ فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلْعُسْرَىٰ﴾ [الليل: ٤-١٠] "یقینا تمہاری کوشش مختلف قسم کی ہے * جس نے دیا (اللہ کی راہ میں) اور ڈرا (اپنے رب سے) * اور نیک بات کی تصدیق کرتا رہے گا * تو ہم بھی اس کو آسان راستے کی سہولت دیں گے * لیکن جس نے بخیلی کی اور بے پرواہی برتی * اور نیک بات کی تکذیب کی * تو ہم بھی اس کی تنگی و مشکل کے سامان میسر کردیں گے"۔

شریعت کھلی ہوئی کتاب ہے، اور تقدیر چھپا ہوا غیب ہے، اللہ نے بندوں کی تقدیروں کو مقدر کیا، اور اسے ان سے پوشیدہ رکھا، انہیں کرنے، نہ کرنے کا حکم دیا، انہیں تیار کیا، اور ان کی ایسی مدد فرمائی جس سے وہ اللہ کے حکم کی بجاآوری اور اس کے منع کردہ امور سے اجتناب کے لائق و اہل بن جائیں، اور ان کا عذر قبول ہو جب موانع تکلیف میں سے کوئی مانع انہیں در پیش ہو جائے، اسی بنا پر تقدیر سابق کو بنیاد بنا کر

گناہ کے کام کرنے اور اطاعت ترک کرنے کے لئے کسی کے لئے دلیل نہیں بن سکتی، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿ سَيَقُولُ ٱلَّذِينَ أَشۡرَكُواْ لَوۡ شَآءَ ٱللَّهُ مَآ أَشۡرَكۡنَا وَلَآ ءَابَآؤُنَا وَلَا حَرَّمۡنَا مِن شَيۡءٖۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِهِمۡ حَتَّىٰ ذَاقُواْ بَأۡسَنَاۗ قُلۡ هَلۡ عِندَكُم مِّنۡ عِلۡمٖ فَتُخۡرِجُوهُ لَنَآۖ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَإِنۡ أَنتُمۡ إِلَّا تَخۡرُصُونَ ١٤٨ قُلۡ فَلِلَّهِ ٱلۡحُجَّةُ ٱلۡبَٰلِغَةُۖ فَلَوۡ شَآءَ لَهَدَىٰكُمۡ أَجۡمَعِينَ ﴾ [الأنعام: ١٤٨-١٤٩] ”یہ مشرکین (یوں) کہیں گے کہ اگر اللہ تعالی کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا، اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کہہ سکتے، اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں، انہوں نے بھی تکذیب کی تھی، یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزا چکھا، آپ کہیئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے، تو اس کو ہمارے روبرو ظاہر کرو، تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل اٹکل سے باتیں بناتے ہو *آپ کہیئے کہ بس پوری حجت اللہ ہی کی رہی، پھر اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ راست پر لے آتا“۔

پہلی چیز اللہ نے ان کے دعوی کی تکذیب کی، اور دوسری چیز کہ انہیں اپنا عذاب چکھایا، اگر تقدیر میں ان کے لئے کوئی حجت ہوتی تو وہ انہیں نہ اپنا عذاب چکھاتا اور نہ ہی ان کے بے بنیاد دعوی سے پردہ اٹھاتا ،اور تیسری بات یہ کہ وہ اپنی کسی کتاب پر مطلع نہیں ہوئے کہ وہ کسی علم کو صادر کرتے جو ان کے لئے حجت کا کام کرتا، بلکہ یہ تو محض گمان اور اٹکل وجھوٹ پر مبنی بات ہے اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں، نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ کامل حجت اللہ ہی کی ہے۔

تقدیر کے باب میں گمراہ ہونے والے فرقے

تقدیر کے باب میں دو گروہ گمراہ ہوئے:

پہلا گروہ:

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے افعال عباد کو ثابت کرنے میں غلو کیا، اور امور سے متعلق اللہ کے علم سابق کا انکار کر بیٹھے، اور ان کے دو درجات ہیں:

۱- غلو (حد سے تجاوز) کرنے والے: یہ لوگ ان کے اوائل دور کے ہیں، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آخری عہد میں نمودار ہوئے، اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ کام بالکل نیا واقع ہوتا ہے جس کے متعلق پہلے سے اللہ کو کوئی علم نہیں ہوتا، ان کے اس رائے کی تردید بہت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمائی جیسے عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر، اور انہوں نے اللہ کے علم، تقدیر کے لوح محفوظ میں لکھنے، مشیئت الٰہی، اور اللہ کے بندوں کے فعل کے خالق ہونے کا انکار کیا۔

۲- میانہ روی اختیار کرنے والے:

یہ معتزلہ ہیں جو اللہ کے لئے علم اور لوح محفوظ میں لکھنے کو ثابت کرتے ہیں لیکن مشیئت اور خلق افعال کا انکار کرتے ہیں، اور ان کا خیال ہے کہ بندہ خود ہی اپنے فعل کا خالق ہے۔

دوسرا گروہ: جبریہ

یہ وہ گروہ ہے جس نے رب کے افعال کے ثبوت میں اس حد تک غلو کیا کہ بندے سے اس کی مشیئت اور قدرت ہی چھین لی، اور اس کے افعال کو ہلنے والے کی اضطراری حرکت کے مانند قرار دے دیا، اور اللہ کے افعال حکمت و تعلیل کی نفی کر دی، اور اس گروہ کے دو درجے ہیں:

۱- غلو (حد سے تجاوز) کرنے والے:

یہی وہ صوفیاء ملحدین و بے دین ہیں جو کائنات کی حقیقت کو شہود خیال کرتے ہیں، اور اپنی ذات کے لئے ہر فعل کو جائز ٹھہراتے ہیں، اور ان کا دعوی یہ ہے کہ وہ تقدیر کے عین مطابق ہے (یعنی بندہ مجبور ہے ، اگر اس نے اللہ کے حکم کی نافرمانی کی پھر بھی اس نے اس کی مشیئت اور ارادہ کی اطاعت کی، کیونکہ وہ اس کی مشیئت اور ارادہ کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتا، اس بنا پر اس سے صادر ہونے والے افعال معصیت بھی اس کی اطاعت تسلیم کی جائے گی)۔

ان کا ایک شاعر اپنے اس عقیدے کی وضاحت اس شعر میں کر رہا ہے:

أصبحت منفعلا لما تختاره   مني ففعلي كله طاعات

میں وہی کرنے والا بنا جس کو تو نے مجھ سے پسند کیا ہے، اس لئے میرا تمام کام تیری فرمانبرداریاں ہیں۔

۲- میانہ روی اختیار کرنے والے:

یہی وہ لوگ اشاعرہ ہیں جو نظریہ (کسب) کے قائل ہیں، اور بندوں کے لئے غیر مؤثر قدرت کو ثابت کرنے والے ہیں، اور یہ دونوں گروہ شریعت اور واقع دونوں طریقوں سے دلیل سے مغلوب ہیں:

۱- تقدیر کے چاروں مراتب (علم، کتابت، مشیئت، خلق) کے انکار کرنے والوں کا تذکرہ گذشتہ سطور میں گذر چکا ہے:

تقدیر کے ان چاروں مراتب کو نص صریح نے ثابت کرتے ہوئے ان کے منکرین پر سخت تردید کی ہے، اور واقع کی یہ وضاحت ہے کہ آدمی جب کسی فعل کا قصد کرتا ہے تو اسے اور اس کے فعل کے درمیان حائل بنا دیا جاتا ہے۔

۲-اور تقدیر کے اثبات میں غلو کرنے والے جبریہ گروہ، تو کتاب وسنت ان کی تردید کرتے ہوئے ارادہ، اور فعل، اور بندے کی مشیئت کو ثابت کرتی ہے، اور واقع کی بھی یہ وضاحت ہے کہ انسان اپنے اختیاری فعل کے درمیان اور اس سے اضطراری امور واقع ہونے کے درمیان فرق کیا جائے گا۔

اسی طرح اللہ کے افعال کے متعلق حکمت وتعلیل کے ثبوت میں بہت ساری شرعی نصوص پائی جا رہی ہیں۔

قرآن

قرآن اللہ کا کلام ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ﴾[التوبة:٦]"اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو تو اسے پناہ دے دے، یہاں تک کہ وہ کلام اللہ سن لے، پھر اسے اپنی جائے امن تک پہنچا دے، یہ اس لئے کہ یہ لوگ بے علم ہیں"۔

نبی اکرم ﷺ نے اس وقت فرمایا جب آپ موسم حج میں قبائل کے پاس خود کو پیش کر رہے تھے: «أَلا رَجُلٌ يَحْمِلُنِي إِلَى قَوْمِهِ، فَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ مَنَعُونِي أَنْ أُبَلِّغَ كَلامَ رَبِّي» "کیا کوئی آدمی ہے جو مجھے اپنی قوم کے پاس لے چلے، کیونکہ قریش نے مجھے میرے رب کے کلام کی تبلیغ سے روک رکھا ہے" (أبوداود:۴۷۳۴، ترمذی:۲۹۲۵، نسائی فی الکبری:۷۶۸۰، ابن ماجہ:۲۰۱، صحیح)۔

قرآن اللہ کا حقیقی کلام ہے، اور اس کے حروف و معانی بھی حقیقی ہیں، وہ کلام مخلوق کے مشابہ نہیں ، اللہ کی جانب سے نازل شدہ غیر مخلوق کلام ہے، آغاز میں اللہ نے اس کے ساتھ کلام کیا ہے، اور روح امین (جبرئیل) کی طرف اس کی وحی فرمائی ہے، اور جبرئیل اسے لا کر محمد ﷺ کے دل میں تھوڑا تھوڑا ڈال دیا، پھر نبی ﷺ نے اسے لوگوں کو پڑھ کر سنایا، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَقُرْءَانًا فَرَقْنَٰهُ لِتَقْرَأَهُۥ عَلَى ٱلنَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَٰهُ تَنزِيلًا﴾[الاسراء:١٠٦]"قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اس لئے اتارا ہے کہ آپ سے بمہلت لوگوں کو سنائیں، اور ہم نے خود بھی اسے بتدریج نازل فرمایا"۔

اور جب لوگ اس کی تلاوت کریں، یا اسے مصاحف میں لکھ دیں، یا سینوں میں محفوظ کر لیں، تو اس عمل کی بنا پر وہ اللہ کے حقیقی کلام سے خارج نہ ہوگا، کیونکہ کلام کا انتساب حقیقی معنوں میں تو اس کی

طرف کیا جاتا ہے جس نے پہلے سے کہا ہے، نہ کہ جس نے اس کی تبلیغ اور ادا کی غرض سے کہا ہے، چنانچہ غیر متلو کی تلاوت، غیر مکتوب کی کتابت، غیر محفوظ کی حفظ، اور اسی طرح دیگر تصرفات، تو حقیقت میں یہ فعل قاری کا یا کاتب کا یا حافظ کا فعل ہے، اور کلام باری (اللہ) کا کلام ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ قُلْ نَزَّلَهُۥ رُوحُ ٱلْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِٱلْحَقِّ لِيُثَبِّتَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿١٠٢﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُۥ بَشَرٌ ۗ لِّسَانُ ٱلَّذِى يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِىٌّ وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِينٌ ﴾[النحل: ١٠٢-١٠٣]'' کہہ دیجئے کہ اسے آپ کے رب کی طرف سے جبرائیل حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں، تاکہ ایمان والوں کو اللہ تعالی استقامت عطا فرمائے، اور مسلمانوں کی رہنمائی اور بشارت ہو جائے * ہمیں بخوبی علم ہے کہ یہ کافر کہتے ہیں کہ اسے تو ایک آدمی سکھاتا ہے، اس کی زبان جس کی طرف یہ نسبت کر رہے ہیں عجمی ہے، اور یہ قرآن تو صاف عربی زبان میں ہے''۔

اور جس نے اللہ کے کلام کو بشر کا کلام کہا تو اللہ نے اسے کافر قرار دیا، اور اسے جہنم رسید کرنے کا وعدہ بھی سنا دیا، اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ﴾[المدثر: ٢٦]'' میں عنقریب اسے دوزخ میں ڈالوں گا''۔

قرآن کے باب میں گمراہ ہونے والے فرقے

اس باب میں دو جماعتیں گمراہی کا شکار ہو گئیں

۱-پہلی جماعت اور اس کا تعارف: جہمیہ اور معتزلہ

یہ وہ جماعت ہے جس نے صفات الٰہی کا انکار کیا، اور اللہ کے کلام کی نفی کی، اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ کلام کی اضافت اللہ کی طرف ایسے ہے جیسے مخلوق کی اضافت خالق کی طرف کی جائے جیسے عبداللہ، بیت اللہ، ناقۃ اللہ، اور یہ موصوف کی طرف صفت کی اضافت کے قبیل سے نہیں۔

جہمیہ اور معتزلہ کی فہم کی تردید:

اللہ کی طرف اضافت کی چند شکلیں ہیں، واضح رہے کہ اللہ کی طرف اضافت شدہ شئی یا تو عینی ہو اور بذات خود قائم ہو (یعنی اپنے قائم ہونے میں غیر کا محتاج نہ ہو) تو اس نوعیت کو مخلوق کی اضافت خالق کی طرف کہا جاتا ہے، یا اضافت شدہ شئی ایک ایسا وصف (خوبی) ہو جس کا بذات خود قائم رہنے کا تصور محال ہو، جیسے حیات (زندگی) سمع (سننا) بصر (دیکھنا) علم (جانکاری) کلام وغیرہ، اس قسم کی اضافت کو صفت کی اضافت اپنے موصوف کی طرف کہلاتا ہے، جہمیہ اور معتزلہ کے اوپر بیان کردہ دعوی کے باوجود کیونکہ ان کا یہ دعوی کتاب وسنت اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

۱-دوسری جماعت اور اس کا تعارف: (صفاتیہ) کلابیہ، اشاعرہ اور ماتریدیہ

ان جماعتوں نے اللہ کے کلام کو ثابت اس اعتبار سے کیا ہے کہ یہ کلام معنی قدیم ہے جو خود بخود قائم ہے، اور رہی بات حروف اور اصوات (آواز) کی تو یہ مخلوق ہیں اور ان کا مقصد تعبیر کرنا یا اس قدیم معنی جو نہ نیا ہوتا ہے اور نہ ہی اللہ کی مشیئت سے اس کا تعلق ہوتا ہے اس کی حکایت بیان کرنے کے لئے ہے۔

انہوں نے کلام کو حروف اور اصوات چھوڑ کر صرف معانی پر ہی گھیر دیا، اور جنت میں دونوں ماں وباپ (آدم وحوا) نے جو کچھ سنا، اور ایسے ہی موسی علیہ السلام نے شجرہ کے پاس جو کچھ سنا سب کو انہوں نے مخلوق قرار دے دیا، اور اسے اللہ کا حقیقی کلام ماننے سے انکار کر دیا۔

کلابیہ، اشاعرہ اور ماتریدیہ کی فہم کی تردید:

پہلی بات یہ کہ کلام کا اطلاق دو امور کے یکجاں ہونے پر ہی ہوتا ہے، اور دل کی بات کو حقیقی کلام کا نام نہیں دیا جا سکتا، اور ان جماعتوں نے اپنے دعوی سے کتاب وسنت اور اجماع امت کی مخالفت کی ہے۔

رؤیت (دیدار) باری تعالی

اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ہی کا ایک جزء اس بات پر ایمان لانا ہے کہ بروز قیامت اہل ایمان اپنی حقیقی نگاہوں سے بغیر کسی احاطہ اور حدود کے اپنے رب کے دیدار سے بہرہ مند ہوں گے، اور انہیں یہ سعادت مندی دو جگہوں پر نصیب ہوگی:

۱- میدان قیامت یعنی میدان محشر میں

۲- جنت میں داخلے کے بعد

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾[القيامة: ۲۲-۲۳]"اس روز بہت سے چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے * اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے"۔

ایک دوسری آیت میں اللہ نے فرمایا: ﴿عَلَى ٱلْأَرَآئِكِ يَنظُرُونَ﴾[المطففين: ۲۳]" مسہریوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوں گے"۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا۟ ٱلْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ﴾ [یونس: ۲۶]"جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے واسطے خوبی ہے"۔

اور اس آیت میں وارد لفظ ﴿وَزِيَادَةٌ﴾ کی تفسیر نبی اکرم ﷺ نے اللہ کے وجہ کریم سے کی ہے (مسلم: ۱۸۱، تفسیر طبري (۱۲/۱۵۵)۔

ایک دوسری حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا—جب آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا: «إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ، كَمَا تَرَوْنَ هَذَا القَمَرَ، لاَ تُضَامُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ» "عنقریب تم لوگ اپنے رب کو ایسے ہی دیکھو گے جیسے چاند کو دیکھتے ہو، اور اور اس کے دیدار میں تمہیں ادنی مشقت بھی لاحق نہ ہوگی" (بخاري: ۵۵۴، مسلم: ۶۳۳)۔

رؤیت باری تعالی کے باب میں گمراہ ہونے والے فرقے

رؤیت باری تعالی کے بارے میں دو گروہ گمراہی کے شکار ہوگئے

۱-صفات الہی کے انکار کرنے والے جہمیہ اور معتزلہ،اور انہی کے افکار سے ہماہنگ رافضہ اور اباضیہ:

اوپر ذکر کردہ ان گروہوں نے رؤیت باری تعالی کا صاف انکار کردیا،اور اللہ کے اس قول سے جو موسی سے کہا تھا اس سے استدلال کیا: ﴿لَن تَرَىٰنِي﴾ [الأعراف:١٤٣] ”تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے“۔

ایک دوسری آیت میں اللہ نے فرمایا: ﴿لَّا تُدۡرِكُهُ ٱلۡأَبۡصَٰرُ﴾ [الأنعام:١٠٣] ”اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہوسکتی“۔

اس گروہ کی فہم کی تردید:

اللہ کے اس قول: ﴿لَن تَرَىٰنِي﴾ سے مراد دنیا میں دیکھنا ہے، جیسا کہ موسی علیہ السلام نے طلب کیا تھا،اور کلمہ (لَن) سے ہمیشگی کی نفی لازم نہیں آتی،اور رہی بات دوسری آیت ﴿لَّا تُدۡرِكُهُ﴾ میں نفی ادراک سے مراد احاطہ اور گھیرابندی کی نفی ہے نا کہ رؤیت کی، کیونکہ رؤیت تو واقع ہو جاتی ہے لیکن ادراک کا وقوع نہیں ہوتا، جیسا کہ سورج، چاند، پہاڑ اور اسی جیسی چیزیں،اور اسی پر بس نہیں بلکہ اس کے ثبوت میں تواتر سے قرآنی آیات اور احادیث نبویہ وارد ہوئی ہیں۔

۲-صوفیہ اور مبتدعہ میں سے اہل خرافات

یہ ایسی جماعت ہے جس نے رؤیت کے اثبات میں ساری حدوں کو پار کردیا،اور دنیا میں اپنے اولیاء و پیر کے لئے رؤیت کے وقوع کو بیان کردیا،اور اس بارے میں گڑھی ہوئی حدیثیں روایت کیں، حالانکہ اللہ کے رسول نے فرمایا ہے: «إِنَّكُمْ لَنْ تَرَوْا رَبَّكُمْ حَتَّى تَمُوتُوا» ”تم لوگ اپنے رب کو اپنی موت سے پہلے نہیں دیکھ پاؤگے“ (احمد:۲۲۸۶۴،النسائی فی الکبری:۷۷۱۶،آجري في الشريعة:۸۸۱،ابن ماجہ:۴۰۷۷، صحیح)۔

ایمان کی حقیقت

۱-ایمان قول و عمل کا نام ہے

یعنی دل اور زبان کی بات، اور دل، زبان اور اعضاء کے عمل کو ایمان کہتے ہیں۔

*قول القلب (دل کا قول) کا مطلب:

دل سے اعتقاد رکھنا، اس کی تصدیق کرنا اور اسے قبول کرنا۔

*قول اللسان (زبان کا قول) کا مطلب:

کلمہ اسلام (شہادت) زبان سے ادا کرنا، شہادتین کا اعلان کرنا۔

*عمل القلب (دل کا عمل) کا مطلب:

نیتوں اور ارادوں کو عمل میں لانا، جیسے محبت، خوف، رجا (امید) توکل۔

*عمل اللسان (زبان کا عمل) کا مطلب:

ذکر، تلاوت، اور دعا کرنا۔

*عمل الجوارح (جوارح کا عمل) کا مطلب:

بدنی عبادت کے وقت تمام اعضاء کا حرکت کرنا۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ
ءَايَٰتُهُۥ زَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٢﴾ ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَمِمَّا
رَزَقْنَٰهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٣﴾ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ دَرَجَٰتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ

كَرِيمٌ ﴾ [الأنفال:٢-٤] ''بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالی کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں، اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں، اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں* جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں، اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں* سچا ایمان والے یہ لوگ ہیں، ان کے لئے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس، اور مغفرت اور عزت کی روزی ہے''۔

ایک دوسری جگہ اللہ نے کچھ اس طرح فرمایا: ﴿إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا۟ وَجَـٰهَدُوا۟ بِأَمْوَٰلِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلصَّـٰدِقُونَ﴾ [الحجرات:١٥] '' مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر پکا ایمان لائیں، پھر شک وشبہ نہ کریں، اور اپنے مالوں سے، اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں (اپنے دعوی ایمان میں) یہی سچے اور راست گو ہیں''۔

اور اللہ کے رسول کا ارشاد ہے: «الإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ - أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ - شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ: لا إِلَهَ إِلا اللهُ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإِيمَانِ» ''ایمان کی ستر (٧٠) سے زیادہ —یا ساٹھ سے زیادہ— شاخیں ہیں، اس میں سب سے افضل لا إِلَهَ إِلا اللهُ کا اقرار ہے، اور اس کا سب سے کمتر درجہ راستہ سے نقصان دہ چیزوں کا ہٹانا ہے، اور حیا بھی ایمان کا ایک جزء ہے'' (بخاري:٩، مسلم:٣٥، واللفظ لمسلم)۔

ایمان کی ایک حقیقت ہے، اور یہ قول وعمل سے مل کر بنا ہے، چنانچہ یہ ایسی تصدیق ہے جو قول وعمل کو لازم ہے، اس لئے قول وعمل کی نفی تصدیق کی نفی کے لئے دلیل ہے۔

۲-لفظ ایمان کا مطلب جب وہ تنہا واقع ہو

جب لفظ ایمان اکیلے بیان ہو اور اس کے ساتھ میں اسلام کا لفظ نہ بیان کیا گیا ہو تو وہ اسلام کے معنی میں (مترادف) ہوتا ہے، اور اس وقت دونوں لفظوں سے دین کامل مراد ہوتا ہے، اور جب دونوں ایک ساتھ ذکر کئے جائیں تو ایمان کا مطلب باطنی اعتقاد ہوتا ہے، اور اسلام کا مطلب ظاہری عمل، اس بناپر ہر مؤمن کو تو مسلمان کہا جاسکتا ہے، لیکن ہر مسلمان کو (ظاہری عمل کو دیکھ کر) مؤمن نہیں کہا جاسکتا، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿قَالَتِ ٱلۡأَعۡرَابُ ءَامَنَّاۖ قُل لَّمۡ تُؤۡمِنُواْ وَلَٰكِن قُولُوٓاْ أَسۡلَمۡنَا وَلَمَّا يَدۡخُلِ ٱلۡإِيمَٰنُ فِي قُلُوبِكُمۡۖ وَإِن تُطِيعُواْ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ لَا يَلِتۡكُم مِّنۡ أَعۡمَٰلِكُمۡ شَيۡـًٔاۚ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٞ رَّحِيمٌ﴾[الحجرات:١٤] ”دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، آپ کہہ دیجئے کہ در حقیقت تم ایمان نہیں لائے، لیکن تم یوں کہو کہ ہم اسلام لائے، (مخالفت چھوڑ کر مطیع ہو گئے) حالانکہ ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل ہی نہیں ہوا، تم اگر اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرنے لگو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہ کرے گا، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے“۔

۳-ایمان بڑھتا اور گھٹتا ہے

اللہ کے متعلق جانکاری حاصل ہونے سے، اور اس کی کائنات کی نشانیوں میں تفکر اور اس کی شرعی آیات میں تدبر سے، اور اس کی بات ماننے سے اور اس کی نافرمانی کے گریز سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، اور اسی طرح اللہ کی ناواقفیت سے، اور اس کے کونی آیات میں عدم توجہ اور اس کی شرعی نشانیوں سے اعراض کرنے کے سبب، اور اس کی فرمانبرداری کو بالائے طاق رکھنے اور سیاہ کاریوں کے ارتکاب سے ایمان میں کمی آجاتی ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا تُلِيَتۡ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتۡهُمۡ إِيمَٰنٗا

﴾[الأنفال: ٢] ”اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں“۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿فَأَمَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ فَزَادَتۡهُمۡ إِيمَٰنٗا وَهُمۡ يَسۡتَبۡشِرُونَ﴾ [التوبة: ١٢٤] ”سو جو لوگ ایمان والے ہیں اس سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کیا ہے، اور وہ خوش ہو رہے ہیں“۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿هُوَ ٱلَّذِيٓ أَنزَلَ ٱلسَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ لِيَزۡدَادُوٓاْ إِيمَٰنٗا مَّعَ إِيمَٰنِهِمۡۗ﴾ [الفتح: ٤] ”وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکون (اور اطمنان) ڈال دیا، تاکہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی ساتھ اور بھی ایمان میں بڑھ جائیں“۔

۴-ایمان کے درجات

ایمان کے چند خصال اس کے بعض سے اعلی وافضل ہیں جیساکہ اوپر ایک حدیث اسی سے متعلق گذری ہے «الإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ - أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ - شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ: لا إِلَهَ إِلا اللّٰهُ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإِيمَانِ» ”ایمان کے ستر (۷۰) سے زیادہ—یا ساٹھ سے زیادہ—شاخیں ہیں، اس میں سب سے افضل لا إِلَهَ إِلا اللّٰهُ کا اقرار ہے، اور اس کا سب سے کمتر درجہ راستہ سے نقصان دہ چیزوں کا ہٹانا ہے، اور حیا بھی ایمان کا ایک جزء ہے“ (بخاري: ۹، مسلم: ۳۵، واللفظ لمسلم)۔

۵-اہل ایمان کے درجات

بعض اہل ایمان بعض ایمان والوں سے ایمان میں زیادہ کامل ہیں، جیساکہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿ثُمَّ أَوۡرَثۡنَا ٱلۡكِتَٰبَ ٱلَّذِينَ ٱصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَاۖ فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٞ لِّنَفۡسِهِۦ وَمِنۡهُم مُّقۡتَصِدٞ وَمِنۡهُمۡ

سَابِقٌۢ بِٱلۡخَيۡرَٰتِ بِإِذۡنِ ٱللَّهِۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلۡفَضۡلُ ٱلۡكَبِيرُ ﴾[الفاطر:٣٢]''پھر ہم نے ان لوگوں کو (اس) کتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا، پھر بعضے تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعضے ان میں متوسط درجے کے ہیں، اور بعضے ان میں اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کئے چلے جاتے ہیں، یہ بڑا فضل ہے ''۔

اللہ کے رسول کا ارشاد ہے: «أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا» ''اہل ایمان میں سب سے کامل ایمان والے وہ ہیں جو حسن خلق میں سب سے بہتر ہیں'' (ابوداؤد:۴٦٨٢، ترمذی:١١٦٢، مسند احمد:۷۴۰۲، حسن صحیح)۔

واضح رہے کہ جس شخص نے کلمہ شہادتین (لاالہ الا اللہ، محمد رسول اللہ) کا اس کے معنی پر اعتقاد رکھتے ہوئے اقرار کیا، اور اس کے تمام تقاضوں کو پورا کیا، تو اسے اصل ایمان حاصل ہو گیا، اور جس نے تمام واجبات پر عمل کیا، اور سارے حرام کاموں سے اجتناب کیا، تو اسے ایمان واجب حاصل ہوا، اور جس شخص نے تمام واجبات، اور مستحبات پر عمل کیا اور تمام حرام کردہ اور مکروہ کاموں سے اپنے آپ کو دور رکھا تو اسے ایمان کامل حاصل ہوا۔

٦- ایمان کے بارے میں ان شاء اللہ کہنا

ایمان سے متعلق ان شاء اللہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی یوں کہے: ''میں ان شاء اللہ مومن ہوں ''اور اس کی تین حالتیں ہیں:

پہلی حالت:

اگر یہ بات اصل ایمان میں شک کی بنیاد پر وہ کہتا ہے تو اس کا ان شاء اللہ کہنا حرام ہے، بلکہ کفر ہے، اس لئے کہ ایمان حتمی ہے اس کے اصل میں شک کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

دوسری حالت:

اور اگر یہ تزکیہ نفس کے خوف کی بنا پر ایمان واجب یا ایمان کامل کو حاصل کرنے کے دعوی کے بناپر کہتا ہے تو ایسا کرنا واجب ہے۔

تیسری حالت:

اور اگر حصول تبرک کی خاطر مشیئت کا ذکر کرتا ہے تو اس وقت ان شاءاللہ کہنا جائز ہے۔

۷۔ معصیت اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے ایمان زائل و نابود نہیں ہوتا

اللہ کی نافرمانی اور گناہ کبیرہ سرزد ہو جانے سے ایمان زائل اور ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے سبب اس میں نقصان لاحق ہوتا ہے، اور وہ اپنے اصل پر باقی رہتا ہے، چنانچہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ناقص الایمان مومن ہے، وہ اپنے ایمان کے ساتھ مومن ہے، اور اپنے گناہ کبیرہ سرزد ہونے کی وجہ سے فاسق ہے، دنیا میں (اس کی وجہ سے) نہ تو وہ دین سے خارج ہوتا ہے، اور نہ ہی آخرت میں آگ میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے، بلکہ اس کا معاملہ اللہ کی مشیئت پر منحصر ہے، اللہ اگر چاہے تو اپنے فضل و رحمت سے اسے عفو و درگذر کردے، اور اسے جنت میں داخل فرمادے، یا اگر وہ چاہے تو اس کے گناہ کے مقدار اسے عذاب سے دوچار کردے، اور اس کا ٹھکانا جنت بنادے، یا اسے اس کے چند گناہوں کے سبب شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے خارج کردے، یا ارحم الراحمین کی رحمت سے باہر کردے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغۡفِرُ أَن يُشۡرَكَ بِهِۦ وَيَغۡفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُۚ وَمَن يُشۡرِكۡ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱفۡتَرَىٰٓ إِثۡمًا عَظِيمًا ﴾ [النساء:٤٨] ”یقیناً اللہ تعالی اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا، اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے، اور جو اللہ تعالی کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا“۔

اور اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے: «يَدْخُلُ أَهْلُ الجنَّةِ الجنَّةَ، وأَهْلُ النَّارِ النَّارَ»، ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: «أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمانٍ. فَيُخْرَجُونَ مِنْهَا قَدِ اسْوَدُّوا، فَيُلْقَوْنَ فِي نَهَرِ الحيَا، أَوِ الحيَاةِ -» ''جب جنت والے جنت میں، اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے، تو اللہ تعالی فرمائے گا: ''اس شخص کو نکال لو جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہے، تو انہیں جہنم سے نکال لیا جائے گا حالانکہ وہ (جل کر) کالے ہو چکے ہوں گے، پھر انہیں نہر حیات میں ڈال دیا جائے گا '' (بخاري: ٢٢)۔

ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے یوں فرمایا: «يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لاَ إِلَهَ إِلا اللَّهُ، وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ شَعِيرَةٍ مِنْ خَيْرٍ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لاَ إِلَهَ إِلا اللَّهُ، وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ بُرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ، وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لاَ إِلَهَ إِلا اللَّهُ، وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ» ''جہنم سے اس شخص کو باہر کر لیا جائے گا جس نے لاَ إِلَهَ إِلا اللَّهُ کا اقرار کیا، اور اس کے دل میں جو کے وزن کے برابر بھی بھلائی (ایمان) ہو، اور جہنم سے اس شخص کو نکال لیا جائے گے جس نے لاَ إِلَهَ إِلا اللَّهُ کا اقرار کیا، اور اس کے دل میں گیہوں کے دانے کے برابر بھلائی (ایمان) ہو، جہنم سے اس شخص کو باہر کر لیا جائے گا جس نے لاَ إِلَهَ إِلا اللَّهُ کا اقرار کیا، اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھی بھلائی (ایمان) ہو '' (بخاري: ٤٤)۔

گناہ کبیرہ کے مرتکب کے متعلق گمراہ ہونے والے گروہ

اور اس مسئلہ میں دو گروہ گمراہی کے شکار ہو گئے:

پہلا گروہ:

وعیدیہ: یہ وہ جماعت ہے جو تنفیذ وعید کا قائل ہے، اور گنہ گار موحدین سے گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی صورت میں ان کے حق میں شفاعت کا منکر ہے، اور وعیدیہ جماعت کی دو قسمیں ہیں:

۱-خوارج: یہ وہ لوگ ہیں جن کا یہ اعتقاد ہے کہ گناہ کبیرہ کرنے والا ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور کفر میں داخل ہو جاتا ہے، وہ دنیا میں کافر ہے اور آخرت میں جہنم میں ہمیشہ رہنے والا ہے۔

۲-معتزلہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کا اعتقاد ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ایمان سے باہر ہو جاتا ہے اور کفر میں داخل نہیں ہوتا، بلکہ دنیا میں دو منزلوں میں سے ایک منزل کے درمیان رہتا ہے، نہ وہ مؤمن ہے اور نہ ہی کافر، اور آخرت میں ہمیشہ جہنم میں رہنے والا ہے۔

چند اعتبار سے وعیدیہ جماعت کی تردید، اور وہ یہ ہیں:

۱-اللہ تعالی نے دنیا میں گناہ کبیرہ سرزد ہونے والے شخص کے ایمان کو ثابت کیا ہے، اور ان کے ایمانی اخوت کے وصف کو باقی رکھا ہے، جیسا کہ اس آیت میں اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلْقِصَاصُ فِى ٱلْقَتْلَى ۖ ٱلْحُرُّ بِٱلْحُرِّ وَٱلْعَبْدُ بِٱلْعَبْدِ وَٱلْأُنثَىٰ بِٱلْأُنثَىٰ ۚ فَمَنْ عُفِىَ لَهُۥ مِنْ أَخِيهِ شَىْءٌ فَٱتِّبَاعٌۢ بِٱلْمَعْرُوفِ وَأَدَآءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَـٰنٍ ﴾[البقرة:۱۷۸] "اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے، آزاد آزاد کے بدلے، غلام غلام کے بدلے، عورت عورت کے بدلے، ہاں

جس کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دیے دی جائے اسے بھلائی کی اتباع کرنی چاہیئے اور آسانی کے ساتھ دیت ادا کرنی چاہیئے ''۔

آیت مذکور میں اللہ نے قاتل کو مقتول کے بھائی کا نام دیا ہے۔

اور ایسے ہی اللہ نے ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا: ﴿ وَإِن طَآئِفَتَانِ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ٱقْتَتَلُوا۟ فَأَصْلِحُوا۟ بَيْنَهُمَا ۖ فَإِنۢ بَغَتْ إِحْدَىٰهُمَا عَلَى ٱلْأُخْرَىٰ فَقَٰتِلُوا۟ ٱلَّتِى تَبْغِى حَتَّىٰ تَفِىٓءَ إِلَىٰٓ أَمْرِ ٱللَّهِ ۚ فَإِن فَآءَتْ فَأَصْلِحُوا۟ بَيْنَهُمَا بِٱلْعَدْلِ وَأَقْسِطُوٓا۟ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُقْسِطِينَ ﴿٩﴾ إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا۟ بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾[الحجرات:۹-۱۰] ''اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل میلاپ کرا دیا کرو، پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم (سب) اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، اگر لوٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرا دو، اور عدل کرو، بیشک اللہ تعالی انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے *(یاد رکھو) سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرا دیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے) ''۔

اوپر گذری ہوئی آیت کریمہ میں اللہ نے دو قتال کرنے والے گروہ کو مومن کہا ہے، اور ان دونوں کے لئے ایمانی اخوت کو ثابت کیا ہے

۲- شرک چھوڑ کر اللہ تعالی جسے چاہے بخش دیتا ہے، اور جہنم سے اس شخص کو باہر نکال لے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ادنی ایمان ہوگا، جیسا کہ اس کے متعلق شفاعت والی حدیثیں تواتر کے ساتھ آئی ہوئی ہیں۔

دوسرا گروہ:

مرجئہ: اس گروہ کا اعتقاد ہے کہ عمل ایمان سے الگ ہے، یعنی عمل ایمان کے مسمی کو شامل نہیں ہے، اس بنا پر ان کے نزدیک عمل ایمان کی تعریف اور اس کی حقیقت میں داخل نہیں ہے، اور اس اعتقاد کے حامل لوگوں کی ایمان کی تعریف میں چند قسمیں ہیں:

۱-جہمیہ: اس فرقہ کے نزدیک ایمان صرف دل کے تصدیق یا معرفت قلب کا نام ہے، اس وجہ سے ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ نقصاندہ نہ ہو گا، ایسے ہی جیسے کفر کے ہوتے ہوئے کوئی اطاعت نفع بخش نہیں۔

۲-کرامیہ: اس فرقہ کے نزدیک ایمان فقط زبان سے نطق (ادا) کا نام ہے۔

۳-فقہائے مرجئہ: ان کی نزدیک ایمان دل سے تصدیق، اور صرف زبان سے نطق کا نام ہے، اور رہی بات اعمال کی تو وہ ایمان کی تعریف اور اس کی حقیقت سے خارج ہے، بلکہ وہ اس کا شمار ایمان کے ثمرات میں ہوتا ہے۔

چند شکلوں سے مرجئہ کی تردید

۱-اللہ نے اعمال کا نام ایمان رکھا ہے، اور ان لوگوں کی شان میں فرمایا جنہوں نے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز ادا کی اور تحویل قبلہ سے پہلے فوت ہو گئے: ﴿وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَـٰنَكُمْ﴾[البقرة:١٤٣] "اللہ تعالی تمہارے ایمان ضائع نہ کرے گا"۔

واضح ہو کہ اس آیت میں ایمان سے مراد نماز ہے، یعنی اللہ تمہاری نماز کو ضائع نہیں کرے گا۔

۲-نبی اکرم ﷺ نے عملی گناہ کبیرہ کے مرتکب سے ایمان مطلق کی نفی فرمائی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: «لاَ يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلاَ يَشْرَبُ الخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلاَ يَسْرِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلاَ يَنْتَهِبُ نُهْبَةً، يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ» ”نہیں زنا کرتا ہے کوئی زنا کرنے والا جس وقت کہ وہ زنا کرتا ہے، اس حال میں کہ وہ مومن ہے، اور نہیں شراب پیتا ہے جس وقت کہ کوئی شراب پیتا ہے، اس حال میں کہ مومن ہے، نہیں چوری کرتا ہے کوئی چوری کرنے والا جس وقت کہ وہ چوری کرتا ہے، اور اس حال میں کہ وہ مومن ہے، اور نہیں لوٹتا ہے کوئی بھی چیز کہ لوگ اس میں اپنی نگاہیں اس سے ہٹا لیتے ہیں جس وقت کہ وہ لوٹتا ہے، اس حال میں کہ وہ مومن ہے“ (بخاری: ۲۴۷۵، مسلم: ۵۷)۔

وعیدیہ اور مرجئہ دونوں گروہوں کی بات میں بگاڑ پیدا ہونے کی جگہ یہ ہے کہ ایمان ایک ہی چیز ہے، یا تو اس کا مکمل وجود ہو گا یا وہ مکمل ناپید ہو گا، رہی بات فرقہ مرجئہ کی تو انھوں نے صرف اقرار ہی ایمان کے لئے ثابت کیا، چاہے وہ دل سے ہو، یا زبان سے ہو، یا دونوں سے ہو، اور گرچہ اس نے سرے سے کوئی عمل کیا ہی نہ ہو، حقیقت میں یہی جماعت تفریط کا شکار ہے، اور رہی بات فرقہ وعیدیہ کی تو اس نے ایمان کی ادنی گناہ کبیرہ کے ارتکاب پر ہی ایمان کی نفی کر دی، اور یہ جماعت افراط کا شکار ہو گئی، اس سے معلوم ہوا کہ آغاز میں تو دونوں ایک ہی فکر کے حامل ہیں، لیکن نتیجہ کے اعتبار سے دونوں تضاد کے شکار ہیں۔

امامت اور جماعت

تمام مسلمان ایک امت ہیں، اور اس امت کا کوئی معاملہ سیدھا نہیں ہو سکتا، اور نہ ہی اس کی شان میں اصلاح پیدا ہو سکتی، اور نہ ہی اس کے پیغامات ثمر آور ہو سکتے ہیں جب تک کہ وہ چند امور کو ملحوظ خاطر نہ رکھے، جن کا ذکر ذیل کے صفحات میں کیا جا رہا ہے:

۱-بیعت کا واجب ہونا

اللہ کے رسول کا ارشاد ہے: «وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ ، مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً» ”جو مرے اور اس کی گردن میں بیعت نہ ہو، تو گویا وہ جاہلیت کی موت جیسا مرا “ (مسلم:۱۸۵۱)۔

۲-اولیائے امور کی بھلائی کے ساتھ سمع وطاعت

حج، جمعہ، عیدیں امیروں (حکمرانوں) کے ساتھ پڑھنا، چاہے وہ نیک ہوں یا فاجر و فاسق، اور انہیں نصیحت کرنا، بوقت اختلاف انہیں کتاب و سنت کی راہ دکھانا، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا ﴾ [النساء:۵۹] ”اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالی کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی، اور تم میں سے اختیار والوں کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالی کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالی پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے، اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے “۔

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: «السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ، مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ» ”ایک مسلمان شخص پر

ان تمام چیزوں میں (امام وقت) کی سمع وطاعت واجب ہے جسے وہ پسند کرے اور ناپسند کرے، جب تک کہ وہ اللہ کی معصیت کا حکم نہ دیئے جائیں، البتہ جب انہیں معصیت کا حکم دیا جائے تو اس وقت ان پر سمع و طاعت کچھ نہیں ہے" (بخاري: ۷۱۴۴، مسلم: ۱۸۳۹)۔

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: «مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ، لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لا حُجَّةَ لَهُ» "جس نے (امام وقت) کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا، تو قیامت کے دن وہ اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کے لئے (اپنے کئے کا اللہ کے پاس) کوئی حجت نہ ہوگی" (مسلم: ۱۸۵۱)۔

۳-اولیائے امور کے خلاف بغاوت کرنے اور انہیں برا بھلا کہنے کی حرمت

امامت وقت (حکمراں) کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا حرام ہے گرچہ وہ جفا ہی کیوں نہ کریں، ہاں اگر وہ اعلانیہ اور صریح کفر کے شکار ہو جائیں تو پھر ان کے خلاف آواز بلند کی جائے گی، ہمارے پاس اس کے بارے میں اللہ کی جانب سے دلیل بھی موجود ہے، جیسا کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، وہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں بلایا، تو ہم نے آپ سے بیعت کی، پھر انہوں نے ان چیزوں کو بیان کیا جن شرطوں پر انہوں بیعت کی: «عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَأَثَرَةً عَلَيْنَا، وَأَنْ لاَ نُنَازِعَ الأَمْرَ أَهْلَهُ، إِلا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا، عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ» "(اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی) سمع طاعت پر، ہماری سرگرمی کی حالت میں، ناپسندیدگی کی صورت میں، تنگی اور آسانی کی حالت میں، حق تلفی کی حالت میں، اور یہ کہ ہم جھگڑیں اپنے ولی امر سے، ہاں ایک صورت میں جب تم لوگ واضح اور اعلانیہ کفر دیکھو، اور اللہ کی جانب سے اس کے متعلق تمہارے پاس (ٹھوس نص) دلیل ہو" (بخاري: ۷۰۵۵، مسلم: ۱۷۰۹)۔

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً وَأُمُورًا تُنْكِرُونَهَا» قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «أَدُّوا إِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ، وَسَلُوا

اللَّهَ حَقَّكُمْ» '' عنقریب تم لوگ میرے بعد حق تلفیاں دیکھوگے، اور ایسے کام دیکھوگے جس کا تم انکار کروگے''، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
نے عرض کیا: تو ایسی حالت میں ہمیں کس چیز کا حکم فرماتے ہیں، اے اللہ کے رسول! ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ان کے حقوق (جو تمہارے اوپر ہیں) ادا کر دینا، اور اپنے حقوق اللہ سے مانگنا '' (بخاري: ۷۰۵۲، مسلم: ۱۸۴۳)۔

حکمراں کے خلاف بغاوت کی شرعی حیثیت

اولیائے امور (حکمراں) کے خلاف بغاوت جائز نہیں، جب تک کہ مندرجہ مضبوط اور ٹھوس شروط نہ پائی جائیں:

۱- علمی نقطہ نظر سے یا آنکھوں دیکھا کفر کا وقوع ثابت ہو جائے جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:
«إِلا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا» ''جب تک کہ تم ان میں اعلانیہ کفر نہ دیکھ لو'' اس حدیث کی روشنی میں افواہوں اور خبروں پر اعتماد و بھروسہ نہیں کیا جائے گا۔

۲- وہ (واقع ہونی والی غلطی) کفر ہو، اس لئے ان کے فسق و فجور کی باعث ان کے خلاف بغاوت نہیں کی جاسکتی۔

۳- ان کا کفر ظاہر اور اعلانیہ ہو، اس لئے ان کے چھپے ہوئے کفر کی بناپر ان کے خلاف خروج نہیں کیا جاسکتا

۴- ان کے تکفیر پر واضح اور قطعی دلیل (نص صریح) ہو، جیسا کہ اللہ کے رسول کا فرمان ہے:
«عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ» ''اس کی بارے میں تمہارے پاس اللہ کی کوئی دلیل ہو'' اس لئے محض ظنی، یا قابل احتمال، یا اختلافی مسائل کی بنیاد پر اس کے خلاف بغاوت کرنا جائز نہیں۔

۵- طاقت و قوت کا ہونا: اس لئے عدم طاقت، اور لاچاری کی حالت میں اس کے خلاف بغاوت کرنا درست نہیں، بیان کردہ تمام شروط پائی جانے کی صورت میں یہاں تک بھی خیال کیا جائے گا کہ اس سے

دین اور اہل دین کی بیخ کنی، اور تباہی نہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوٓا۟ أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ ٱلْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ ٱلنَّاسَ كَخَشْيَةِ ٱللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ﴾ [النساء:٧٧] ”کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جنہیں حکم کیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو، اور نمازیں پڑھتے رہو، اور زکاۃ ادا کرتے رہو،، پھر جب انہیں جہاد کا حکم دیا گیا تو اسی وقت ان کی ایک جماعت لوگوں سے اس قدر ڈرنے لگی جیسے اللہ تعالی کا ڈر ہو، بلکہ اس سے بھی زیادہ“۔

اس آیت میں انہیں ضعف اور کمزوری کی حالت میں جہاد سے رکے رہنے کا حکم دیا گیا، اور طاقت کے ساتھ ان پر اسے فرض کیا گیا۔

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین)

صحابی: ایسا شخص جس نے بحالت ایمان نبی اکرم ﷺ سے معاشرت کی، اور اسی پر اپنی زندگی کی آخری سانس لی۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے بہتر لوگ ہیں، اور امت محمد ﷺ کے عہد کے سب سے افضل انسان ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي» "بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں " (بخاري: ۲۶۵۲، مسلم: ۲۵۳۳)۔

اور ایک دوسری حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: «خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي» "میری بہترین امت میرے زمانے کے ہیں " (بخاري: ۳۶۵۰، مسلم: ۲۵۳۵)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام کے تمام عادل ہیں، کیونکہ اللہ سبحانہ تعالی نے انہیں اپنے نبی کی صحبت ورفاقت کے لئے منتخب کیا ہے، ان کا تزکیہ فرمایا، ان سے اپنی رضامندی ظاہر کی، ان کے توبہ قبول فرمائے، اور انہیں سب سے مکرم خوبیوں سے موصوف کیا، اور ان سے بہتر وعدہ فرمایا، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے: ﴿مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ ۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَىٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضْوَٰنًا ۖ سِيمَاهُمْ فِى وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ ٱلسُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى ٱلتَّوْرَىٰةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِى ٱلْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْـَٔهُۥ فَـَٔازَرَهُۥ فَٱسْتَغْلَظَ فَٱسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِۦ يُعْجِبُ ٱلزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ ٱلْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًۢا﴾ [الفتح: ۲۹] " محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، کافروں پر سخت ہیں ، آپس میں رحم دل ہیں، تو انہیں دیکھئے گا کہ رکوع وسجدے کر رہے ہیں، اللہ تعالی کے فضل اور رضامندی

کی جستجو میں ہیں، ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے، ان کی یہی مثال تورات میں ہے، اور ان کی مثال انجیل میں ہے، مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا انکھوا نکالا، پھر اسے مضبوط کیا، اور وہ موٹا ہو گیا، پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا، اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تا کہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے، ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے"۔

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے فضائل و مناقب

ساتھ ہی ساتھ وہ ایک دوسرے پر فضیلت والے بھی ہیں، اور کبھی یہ فضیلت ان کے مابین عمومی ہوتی اور کبھی خصوصی، ان کا عمومی فضائل مناقب کے چند مراتب یہاں ذکر کئے جا رہے ہیں:

۱- مہاجرین انصار سے افضل ہیں

مہاجرین صحابہ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے اس بنا پر افضل ہیں کہ ان میں ہجرت و نصرت کے دو اوصاف اکٹھے ہو گئے ہیں، اور اللہ نے انہیں قرآن میں بیان کرنے کے وقت بھی مقدم رکھا ہے، جیسے کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿لِلْفُقَرَآءِ ٱلْمُهَـٰجِرِينَ ٱلَّذِينَ أُخْرِجُوا۟ مِن دِيَـٰرِهِمْ وَأَمْوَٰلِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضْوَٰنًا وَيَنصُرُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلصَّـٰدِقُونَ ﴿٨﴾ وَٱلَّذِينَ تَبَوَّءُو ٱلدَّارَ وَٱلْإِيمَـٰنَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِى صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوتُوا۟ وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِۦ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ﴾ [الحشر :۸-۹] " فیئ کا مال ان مہاجر مسکینوں کے لئے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیئے گئے ہیں، وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہیں، اور اللہ تعالی کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی راست باز لوگ ہیں * اور (ان کے لئے) جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اور

ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی ہے، اور اپنی طرف ہجرت کرکے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں، اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں، گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو، (بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب اور بامراد ہے"۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلْأَوَّلُونَ مِنَ ٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحْسَٰنٍ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى تَحْتَهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ﴾ [التوبة:١٠٠] "اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا، اور وہ سب اس سے ارضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جن میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے "۔

ایک دوسری آیت میں اللہ نے فرمایا: ﴿لَّقَد تَّابَ ٱللَّهُ عَلَى ٱلنَّبِيِّ وَٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُ فِى سَاعَةِ ٱلْعُسْرَةِ مِنۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّهُۥ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ [التوبة:١١٧] "اللہ تعالی نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی، اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنھوں نے ایسی تنگی کے وقت پیغمبر کا ساتھ دیا، اس کے بعد کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا، پھر اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی، بلاشبہ اللہ تعالی ان سب پر بہت ہی شفیق، مہربان ہے"۔

۲-اللہ کی راہ میں صلح حدیبیہ سے پہلے خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے بعد میں خرچ کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں سے افضل ہیں

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ [الحدید: ۱۰] "تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے؟ دراصل آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک (تنہا) اللہ ہی ہے، تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے فی سبیل اللہ دیا ہے اور قتال کیا ہے وہ (دوسروں کے) برابر نہیں، بلکہ ان سے بہت بڑے درجے کے ہیں، جنہوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کئے، ہاں بھلائی کا وعدہ تو اللہ تعالی کا ان سب سے ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ خبردار ہے"۔

۳-اہل بدر

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں عمر رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا: « إِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ؟ لَعَلَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ » "کہ وہ معرکہ بدر میں حاضر رہے ہیں، اور آپ کو کیا معلوم؟ شاید کہ (آسمان سے) اللہ نے اہل بدر کو دیکھا اور فرمایا: تم لوگ جو چاہو کرو، میں نے تم سب کو بخش دیا" (بخاري: ۳۰۰۷، مسلم: ۲۴۹۴)۔

۴-اہل بیعت الرضوان

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿لَّقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾ [الفتح: ۱۸].

" یقیناًاللہ تعالی مؤمنوں سے خوش ہو گیا، جب کہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کر لیا، اور ان پر اطمینان نازل فرمایا، اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی"۔

اور نبی اکرم نے فرمایا: «لا يَدْخُلُ النَّارَ، إِنْ شَاءَ اللَّهُ، مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ، الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا» " ان شجرہ والوں میں سے کوئی بھی ان شاءاللہ جہنم میں نہیں جائے گا جنہوں نے اس کے نیچے بیعت کی تھی" (مسلم:۲۴۹۶)۔

خصوصی فضائل کے حامل صحابہ

جنہیں خصوصی فضیلت حاصل ہے وہ یہ ہیں:

۱-چاروں خلفائے راشدین

نبی اکرم ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے افضل ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عمر رضی اللہ عنہ ہیں، اس بات پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے، اور یہ اسی (۸۰) سے زائد متواتر طرق سے ثابت ہے، علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کوفہ کے منبر پر یہ فرمایا: نبی اکرم ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے بہتر ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عمر رضی اللہ عنہ ہیں (مسند احمد:۸۳۶، ابن ابی عاصم فی السنۃ تخریج البانی:۱۲۰۱، صحیح)۔

اور اس قطعیت کو علی رضی اللہ عنہ نے علم ہی کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

اور ان دونوں کے بعد فضیلت میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ امام بخاری نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث روایت کی ہے: «كُنَّا نُخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُخَيِّرُ أَبَا بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ، ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ»

" ہم لوگ عہد رسالت میں لوگوں کے مابین بہتری بیان کرتے تھے، تو ہم سب سے بہتر ابو بکر کو، پھر عمر کو، پھر عثمان کو کہتے تھے، رضی اللہ عنہم" (بخاري:۳۶۵۵)۔

اور بعض روایت کے الفاظ یہ ہیں: "اور یہ بات رسول اللہ کو پہنچتی لیکن آپ اس کا انکار نہ کرتے" (ابن ابی عاصم فی السنۃ: تخریج البانی: ۱۱۹۳)۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس نے علی کو ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہم) پر مقدم کیا تو یقیناً اس نے تمام مہاجرین و انصار کی توہین کی (ابن معین فی التاریخ: ۸۸۵، الخلال فی السنۃ: ۵۲۸، الخطیب فی التاریخ: ۵/۵۰، اس روایت کے الفاظ یہ ہیں: "جس نے علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم کیا تو بلا تردد اس نے بارہ ہزار صحابہ کی توہین کی، حالانکہ اپنی موت کے آخری لمحات تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے راضی تھے، اور ان سے جو بیعت عثمان پر جمع ہوئے تھے")۔

جنہوں نے علی رضی اللہ عنہ کو مقدم کیا گویا انہوں نے انہیں خلافت میں بھی مقدم کیا، اور ان تینوں کے بعد علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے، اور خلافت میں ان کی ترتیب کی طرح ان کے فضائل ہیں۔

۲- عشرہ مبشرہ

جنت کی خوش خبریاں پانے والے دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، اور وہ یہ ہیں، خلفائے اربعہ، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبیداللہ، زبیر بن عوام، ابو عبیدہ عامر بن جراح، سعید بن زید رضی اللہ عنہم اجمعین، ان دس صحابہ کے جنتی ہونے کی شہادت رسول اللہ نے دی ہے (مسند احمد: ۱۶۷۵، ترمذی: ۳۷۴۷، نسائی فی الکبری: ۸۱۳۸، أبوداؤد: ۴۶۴۹، ابن ماجہ: ۱۳۳، صحیح)۔

جنت کی بشارت پانے والے ان کے علاوہ اور بہت سارے صحابہ ہیں جن کے بارے میں نصوص کی وضاحت موجود ہے، جیسے:

بلال رضی اللہ عنہ: (بخاري: ۱۱۴۹، مسلم: ۲۴۵۸)۔

ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ: (بخاري: ۳۶۱۳، مسلم: ۱۱۹)۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ: (بخاري: ۳۸۱۲، مسلم: ۲۴۸۳)۔

۳-آل بیت رسول

اس سے مراد یہی وہ پانچ پیٹ ہے جس پر زکاۃ کھانا حرام ہے:
آل علی، آل جعفر، آل عقیل، آل عباس، آل حارث بن عبد المطلب۔

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: «إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، وَاصْطَفَى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ، وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ» ''اسماعیل کی اولاد سے اللہ نے کنانہ کو منتخب کیا، اور کنانہ سے قریش کو منتخب کیا، اور قریش سے بنی ہاشم کو منتخب کیا، اور خاندان بنی ہاشم سے مجھے منتخب کیا '' (مسلم:۲۲۷۶)۔

ایک دوسری روایت میں اللہ کے رسول نے فرمایا: «أُذَكِّرُكُمُ اللَّهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللَّهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي» '' میں اپنے گھر والوں کے بارے اللہ کا واسطہ دیکر تمہیں نصیحت کرتا ہوں، میں اپنے گھر والوں کے بارے اللہ کا واسطہ دیکر تمہیں نصیحت کرتا ہوں '' (مسلم:۲۴۰۸)۔

اور جب عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول سے شکایت کی کہ قریش کے بعض لوگ بنی ہاشم سے بد سلوکی سے پیش آتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! کسی بھی آدمی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ وہ اللہ کے واسطے تم لوگوں سے اور میرے رشتہ داروں سے محبت نہ کرے '' (مسند احمد:۱۷۷۷، صحیح)۔

اور آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے آپ کی ازواج مطہرات بھی ہیں، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ [الأحزاب:۳۳] '' اللہ تعالی یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیوں تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کر دے، اور تمہیں خوب پاک کر دے ''۔

ازواج مطہرات کو اللہ نے اپنے نبی کے لئے منتخب کیا، اور انہیں آپ کے لئے دنیا و آخرت دونوں میں ازواج مقرر کیا، اور انہیں تمام مؤمنین کے لئے ماں کا درجہ عطا کیا، ان میں سب سے فضیلت والی خدیجہ ہیں، پھر عائشہ بنت ابی بکر، اور ان کے علاوہ دیگر، سودہ بنت زمعہ، حفصہ بنت عمر، ام سلمہ، ام حبیبہ بنت ابی سفیان، صفیہ بنت حیی، زینب بنت جحش، جویریہ، میمونہ، زینب بنت خزیمہ، رضی اللہ عنہن۔

صحابہ کرام کے متعلق ہمارا نقطہ نظر

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تئیں ان کے اختلاف طبقات و مراتب کے باوجود ہماری ذمہ داری:

۱- ان سے محبت کرنا، دوستی کرنا، ان سے راضی رہنا، ان کے لئے دعائے مغفرت کرنا، اور ان کی تعریف بیان کرنا، الگ الگ اور اجتماعی طور پر بھی، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿ وَٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ﴾ [التوبة: ۷۱] " مومن مرد و عورت آپس میں ایک دوسرے کے (مددگار و معاون اور) دوست ہیں "۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ وَٱلَّذِينَ جَآءُو مِنۢ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا ٱغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَٰنِنَا ٱلَّذِينَ سَبَقُونَا بِٱلْإِيمَٰنِ ﴾ [الحشر: ۱۰] " اور (ان کے لئے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں "۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «آيَةُ الإِيمانِ حُبُّ الأَنْصارِ، وآيَةُ النِّفاقِ بُغْضُ الأَنْصارِ» " انصار سے محبت کرنا ایمان کی نشانی ہے، اور انصار سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے" (بخاري: ۱۷)۔

اور علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانے پھاڑ کر پودا اگایا، اور انسانوں کو پیدا کیا، یہ مجھ سے نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد ہے: «أَنْ لا يُحِبَّنِي إِلا مُؤْمِنٌ، ولا يُبْغِضَنِي إِلا مُنافِقٌ» " مجھ سے صرف مومن ہی محبت کرے گا، اور مجھ سے بغض صرف منافق ہی رکھے گا " (مسلم: ۷۸)۔

۲-ان کے تئیں زبان اور دل کی سلامتی

کینہ، بدگمانی، سب و شتم، اور لعنت و ملامت سے صحابہ کرام کے متعلق اپنے قلب و جگر اور زبان و بیان کو محفوظ رکھنا، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ رَبَّنَآ إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ [الحشر: ۱۰] ”اور ایمان والوں کے لئے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب! بیشک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے“۔

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: «لا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، لا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلا نَصِيفَهُ» ”میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو، میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کردے، (پھر بھی) ان کے ایک مد یا آدھے مد کے برابر بھی (اجر میں) نہیں پہنچے گا“ (بخاري: ۳۶۷۳، مسلم: ۲۵۴۰ واللفظ لمسلم)۔

۳-ان میں سے بعض کے درمیان رونما ہونے والے اختلاف سے اپنے آپ کو دور رکھنا

بعض صحابہ کے درمیان جو اختلاف رونما ہوئے ان کے بارے میں کچھ کہنے اور لکھنے سے اپنے ہاتھ اور زبان کو روکے رکھنا، ان کے متعلق حسن ظن قائم کرنا، اور ان کے عذر کو اس ناتے قبول کرنا کہ وہ مجتہد تھے، اگر وہ اپنے اجتہاد میں حق بجانب ہوئے تو ان کے لئے دو اجر ہے، اور اگر ان سے چوک ہوئی تو بھی ان کے لئے ایک اجر ہے، ان کے گذرے ہوئے بڑے بڑے کارنامے ہیں، ان کے فضائل و مناقب ہیں، اگر کبھی کبھار ان سے گناہ بھی سرزد ہوئے ہوں تو بھی ان کی بے شمار نیکیاں ہیں جو ان کے گناہوں کی مغفرت کے لئے کافی ہیں۔

۴۔طریقہ روافض سے اپنی براءت کا اعلان کرنا

روافض کے طریقہ سے اپنے آپ کو الگ رکھنا، کیونکہ یہ اہل بیت کے متعلق حد سے تجاوز کرنے والے ہیں، اور عام صحابہ سے کینہ و دشمنی رکھتے ہیں اور ان پر سب و شتم کرتے ہیں، اور ساتھ ہی طریقہ نواصب سے بھی اپنے آپ کو جدا رکھنا کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے آل بیت کو ایذا پہونچاتے ہیں، اور ان پر ظلم ڈھاتے ہیں۔

اولیاء کرام

تمام کے تمام اہل ایمان اللہ کے ولی ہیں جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ٱللَّهُ وَلِيُّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟﴾ [البقرة:٢٥٧]''ایمان لانے والوں کا ولی (کارساز) اللہ تعالی خود ہے ''۔

اہل ایمان میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو ان میں سب سے زیادہ تقوی والا ہو، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ﴾ [الحجرات:١٣]'' اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے''۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو اللہ کے لئے متقی ہوگا، اللہ اس کا ولی ہوگا، اور اہل ایمان کا اللہ کا ولی ہونا یہ اس کی اطاعت و محبت کی بنا پر ہے، اور اللہ کا ان کے لئے ولی ہونا ان سے اللہ کا محبت کرنا اور ان پر اللہ کا احسان کرنا ہے۔

١-ولی کون؟

ہر متقی مومن ولی ہے، جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَكَانُوا۟ يَتَّقُونَ﴾[یونس:٦٢-٦٣]''یادرکھو اللہ کے اولیاء (دوستوں) پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگیں ہوتے ہیں * یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (برائیوں سے) پرہیز رکھتے ہیں ''۔

واضح رہے کہ ولایت کے مراتب و درجات ایمان و تقوی کے مراتب و درجات کے اعتبار سے ہیں، اور اس کا حسب و نسب اور دعوی سے کوئی لینا دینا نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ

عِندَ ٱللَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٞ ﴾ [الحجرات:۱۳]" اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے یقین مانو کہ اللہ دانا و باخبر ہے"۔

۲- کرامت کیا ہے؟

وہ خرق عادت کام ہے جو اللہ تعالی اپنے ولیوں میں سے کسی ولی کے ہاتھ سے رونما کرواتا ہے، مقصد یہ ہے کہ اس کی کرامت واضح ہو جائے اور اللہ کے نبی کی تصدیق ہو جائے جس کی وہ اللہ کا ولی اتباع کرتا ہے، یہ کرامت دو نوعیت کی ہوتی ہے:

۱- خارق العادت رونما ہونے والی کرامات علوم میں، مکاشفات، اور فراست اور الہامات میں ہوتی ہیں

۲- قدرت میں اور اثر اندازی میں ہوتی ہیں۔

گذری ہوئی امتوں میں اللہ کے اولیاء کے ذریعہ کرامتوں کا ظہور ہوا ہے، اور اسی طرح اس امت میں صحابہ کرام و تابعین عظام کے ذریعہ بھی اس کا ظہور عمل میں آیا ہے، اور اللہ کے ولیوں میں اس طرح کی کرامتیں قیامت تک وجود میں آتی رہیں گی۔

تاصیل اور استدلال کے متعلق جامع اصول

۱-جامع اصول وضابطے

جن اصول وضوابط کی بنیاد پر عقیدہ، شریعت اور سلوک وسیرت اخذ کیا جائے گا وہ تین ہیں:

*قرآن کریم

* صحیح احادیث

*اجماع امت

ان دلائل کا رای، قیاس، ذوق، کشف یا کسی کے قول (وہ کوئی بھی ہو) سے معارضہ کرنا حلال وجائز نہیں ہے۔

۲-کتاب وسنت کی فہم میں اسلاف کے راستے کی پیروی کرنا

پہلے گذرے ہوئے مہاجرین میں سے، اور پھر انصار، اور ان کے بعد احسان کے ساتھ ان کے متبعین کی راہ پر چلنے والوں کی پیروی کرنا، اور اہل کلام وصوفیہ کی ایجاد کردہ نئے نئے راستوں سے اعراض کرنا، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَۖ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا﴾[النساء:۱۱۵]"جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بھی رسول کا خلاف کرے اور تمام مؤمنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کردیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہوں، اور دوزخ میں ڈال دیں گے، وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے"۔

۳۔ عقل صریح

اس سے مقصود وہ عقل ہے جو شکوک شبہات اور شہوات سے سالم و محفوظ ہو، اور نقل صحیح (قرآن وسنت) کے معارض نہ ہو، علت قادحہ سے محفوظ ہو، عقل کو حیرت میں ڈالنے والے نصوص تو کبھی آ سکتے ہیں لیکن وہ عقل کے لئے محال بن کر آئیں ایسا ہونا کسی صورت ممکن نہیں، اور جو تعارض کے وہم میں مبتلا ہو جائیں تو یہ ان کے خرابی عقل کی پیداوار ہے، اس وقت اس کے لئے یہ لازم ہے کہ عقل پر نقل کو مقدم کرے۔

۴-بدعت

دین میں نئی چیز ایجاد کرنے کو بدعت کہتے ہیں، جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے : «من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه، فهو ردّ» ’’ جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسا کام ایجاد کیا جو اس دین کا حصہ نہیں تو وہ کام مردود ہے‘‘ (بخاري :۲۶۹۷، مسلم:۱۷۱۸)۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ان الفاظ کے ساتھ آیا ہے« من عمل عملًا ليس عليه أمرنا، فهو ردٌّ » ”جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس کے کرنے کا حکم میں نے نہیں دیا تو وہ عمل مردود ہے“-(بخاري :۲۱۴۲ ، ۷۳۵۰ معلقا، مسلم:۱۷۱۸)۔

بدعت کی چند قسمیں

۱-اعتقادی بدعت: جیسے تشیع، خروج، انکار تقدیر، ایمان سے عمل کا خارج کرنا۔

۲- عملی بدعت: رہبانیت (سنیاس لینا) طریقت (نقش بندیت، چشتیت)

۳-اصلی بدعت: میلاد (تاریخ پیدائش) پر جشن منانا، نئے نئے اذکار ایجاد کرنا۔

۴-اضافی بدعت: عبادت کے سبب میں، یا اس کی جنس میں، یا تعداد میں، یا اس کی کیفیت میں یا اس کے وقت یا جگہ میں الگ سے اس کے ساتھ جڑ جانا۔

۵-بدعت مغلظہ: جیسے شرک اور اس کے جملہ اقسام۔

۶-بدعت مخففہ: جیسے اجتماعی ذکر کا اہتمام کرنا۔

۷-بدعت مکفرہ: جیسے صفات باری تعالی کا انکار کرنا۔

۸-بدعت مفسقہ: جیسے حرام کردہ چیزیں سننا۔

تکمیل عقیدہ

۱- بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [آل عمران: ۱۰٤] ”تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے، اور نیک کاموں کا حکم کرے، اور برے کاموں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح ونجات پانے والے ہیں “۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: «مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ» ”تم میں سے کوئی شخص برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ (طاقت) سے بدل دے، اور اگر اس کی استطاعت نہ رکھے تو زبان سے روکے، اور اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو دل سے برا جانے، اور یہ سب سے کمتر ایمان ہے “ (مسلم:۴۹)۔

یہ ذمہ داری اٹھانے سے پہلے علم حاصل کرنا، اور پھر اس کے ساتھ نرمی وشفقت کا برتاؤ کرنا، اور اس کے بعد دامن صبر کو مضبوطی سے تھامے رہنا لازم ہے۔

۲- باہمی اتحاد ومحبت کی تڑپ اور اختلاف وفرقہ بندی سے کنارہ کشی

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۰۳﴾ وَلْتَكُن مِّنكُمْ

أُمَّةٌ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ ﴿١٠٤﴾ وَلَا تَكُونُواْ كَٱلَّذِينَ تَفَرَّقُواْ وَٱخۡتَلَفُواْ مِنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلۡبَيِّنَٰتُۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيمٞ ﴾ [آل عمران :١٠٣-١٠٥] ”اور اللہ تعالی کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو، اور پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ تعالی کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے، تو اس نے تمہیں بچالیا، اللہ تعالی اسی طرح تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ* تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے، اور نیک کاموں کا حکم کرے، اور برے کاموں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح و نجات پانے والے ہیں* تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی تفرقہ ڈالا، اور اختلاف کیا، انہیں لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے“۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿أَنۡ أَقِيمُواْ ٱلدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُواْ فِيهِۚ ﴾ [الشورى :١٣] ” اس دین کو قائم رکھنا، اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا“۔

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: «المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا» وشبك بين أصابعه ”ایک مؤمن اپنے دوسرے مؤمن (بھائی) کے لئے عمارت کے مانند ہے کہ جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط بناتا ہے“ اور پھر آپ نے اپنے انگلیوں کے درمیان تشبیک کی، یعنی دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈال کر اس کی مضبوطی کی شکل بنائی(بخاري : ٢٤٤٦، مسلم: ٢٥٨٥)۔

ایک دوسری روایت میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: «مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ، وَتَرَاحُمِهِمْ، وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى» "باہم محبت، رحمت وشفقت، اور لطف واحسان میں اہل ایمان کی مثال ایک جسم کے مانند ہے، کہ جب اس کا ایک عضو تکلیف محسوس کرتا ہے تو اس کی وجہ سے پورا بدن بے خوابی اور حرارت سے بھر جاتا ہے" (مسلم:۲۵۸۶)۔

۳-اخلاق کریمانہ اور حسن اعمال کا مظاہرہ

مکارم اخلاق اور محاسن اعمال میں سے ہے صبر کرنا، جود وسخا، شجاعت وبہادری، بردباری، عفو درگذر اور تواضع وانکساری اختیار کرنا ہے، اور اس کے برخلاف تمام اعمال سے دور رہنا، والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، صلہ رحمی کرنا، ہم سایہ کے ساتھ حسن سلوک کرنا، یتیموں، مسکینوں، اور راہ گیروں پر احسان کرنا، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿خُذِ ٱلۡعَفۡوَ وَأۡمُرۡ بِٱلۡعُرۡفِ وَأَعۡرِضۡ عَنِ ٱلۡجَٰهِلِينَ﴾[الأعراف:۱۹۹]

"آپ درگذر کو اختیار کریں، نیک کام کی تعلیم دیں، اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جائیں"۔

ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: «مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ» "حسن اخلاق سے بوجھل میزان میں کوئی چیز نہیں" (أبو داؤد:۴۷۹۹، واللفظ لہ، ترمذی:۲۰۰۲، ۲۰۰۳، صحیح)۔

ایک دوسری حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: «مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا ، نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ، يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ

مُسْلِمًا، سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا، سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ، يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ، وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ، إِلا نَزَلَتْ عَلَيْهِمِ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ، وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ، لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ» "دنیا کی غموں میں سے کوئی غم کسی نے مومن سے دور کیا تو اللہ تعالی قیامت کے دن کے غموں میں ایک غم اس سے ہٹائے گا،اور جس نے کسی تنگ دست کے لئے آسانی پیدا کی تو اس کے پاداش میں اللہ اس کے لئے دنیا و آخرت میں آسانیاں فراہم کرے گا، جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی تو اس کے بدلے اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا،اور اللہ بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے،اور جس نے جستجو علم میں گھر سے باہر نکلا اللہ اس کی وجہ سے اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے، جب کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں،اور باہم اس کا مذاکرہ کرتے ہیں تو ان پر تسکین اترتی ہے،اور رحمت انہیں اپنے آغوش میں لے لیتی ہے،اور فرشتے انہیں گھیرے رہتے ہیں،اور اللہ اپنے پاس تمام موجود لوگوں سے ان کا ذکر خیر کرتا ہے ،اور جس کے عمل نے اسے پیچھے ڈھکیل دیا ہو (عمل میں نقص ہو) تو اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا ،یعنی شریف النسل کی وجہ سے عمل والوں سے آگے نہیں بڑھ سکتے " (مسلم:۲۶۹۹)۔

دین اور طریقت

اللہ کا دین ایک ہے، اور وہی وہ اسلام ہے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ إِنَّ ٱلدِّينَ عِندَ ٱللَّهِ ٱلْإِسْلَٰمُ ﴾[آل عمران:١٩] ” بیشک اللہ تعالی کے نزدیک دین اسلام ہی ہے“۔

اور یہی اولین و آخرین سب کے لئے اللہ کا دین ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّآ أَنزَلْنَا ٱلتَّوْرَىٰةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا ٱلنَّبِيُّونَ ٱلَّذِينَ أَسْلَمُوا۟ ﴾[المائدة:٤٤]”ہم نے تورات نازل فرمائی ہے جس میں ہدایت و نور ہے، یہودیوں میں اسی تورات کے ساتھ اللہ تعالی کے ماننے والے انبیاء علیہم السلام اور اہل اللہ اور علماء فیصلے کرتے تھے“۔

عمومی معنی کے اعتبار سے یہی اسلام ہے، جس کا مطلب ہے، توحید کے ساتھ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرنا ،اور اس کا مطیع و منقاد ہونا، اور شرک سے اپنی براءت کا اظہار کرنا۔

اور خصوصی معنی کے اعتبار اسلام نام ہے اس ہدایت اور دین حق کا جسے دیکر اللہ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، اور ساتھ ہی اللہ نے صحیح عقائد، عدل وانصاف سے لبریز شریعت، اعمال صالحہ، اور درست اخلاق سے نواز کر ارسال فرمایا، اور اس دین کے ذریعہ سابقہ تمام ادیان کو منسوخ کردیا، اس لئے اس دین کے سوا اسے کوئی اور دین قبول نہیں، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے: ﴿ وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ ٱلْإِسْلَٰمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى ٱلْءَاخِرَةِ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴾[آل عمران:٨٥]”جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا“۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: «وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الأُمَّةِ يَهُودِيٌّ، وَلا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ، إِلا كَانَ

مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ» ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، اس امت کا کوئی بھی چاہے وہ یہودی ہو یا نصرانی مجھے سنا، پھر مر گیا اور میری شریعت پر ایمان نہیں لایا، تو وہ جہنمی ہے “ (مسلم:۱۵۳)۔

اللہ نے اپنے ان بندوں کو مسلمین کا نام دیا ہے جنہوں نے پہلے نیک اعمال کئے ہیں، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے :﴿ مِّلَّةَ أَبِيكُمۡ إِبۡرَٰهِيمَۚ هُوَ سَمَّىٰكُمُ ٱلۡمُسۡلِمِينَ ﴾ [الحج:۷۸]” دین اپنے باپ ابرہیم علیہ السلام کا قائم رکھو، اسی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے“۔

لیکن جب مخلوق کے درمیان اختلاف والی اللہ کی سنت چل پڑی، اور لوگ ٹولیوں میں بنٹ گئے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: «أَلا إِنَّ مَنْ قَبْلَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوا عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً ، وَإِنَّ هَذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلاثٍ وَسَبْعِينَ: ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ ، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ» ”خبردار! تم سے پہلے اہل کتاب (یہود ونصاری) بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے، اور یہ ملت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی، بہتر (۷۲) جہنمی ہیں، صرف ایک جنتی ہے، اور وہی جماعت (اہل سنت والجماعت) ہے “(أبو داؤد :۴۵۹۷، واللفظ لہ، ترمذی: ۲۶۴۰ ،۲۶۴۱، ابن ماجہ: ۳۹۹۱، ۳۹۹۲، صحیح)۔

یہی فرقہ نجات پانے والی قرار پائی، اور یہی وہ اہل سنت والجماعت ہیں، قرآن کو تھامے ہوئے ہیں، سنت کے پیروکار ہیں، ملاوٹ، نفس پرستی، اور بدعت و خرافات سے پاک ہیں، اور یہی غالب رہنے والا فرقہ ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: «لا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةً بِأَمْرِ اللَّهِ ، لا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ عَلَى النَّاسِ» ”میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے دین کے ساتھ قائم رہے گی، اسے رسوا یا مخالفت کرنے والے قیامت تک نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، اور یہ لوگوں پر غالب رہیں گے “ (بخاري :۳۶۴۱، مسلم: ۱۰۳۷، واللفظ لہ)۔

دو کناروں کے مابین وسطیت، دو ٹیڑھوں کے درمیان عدل اور دو گمراہیوں کے درمیان

ہدایت والی یہی جماعت ہے:

۱-صفات الٰہی کے باب میں اہل تشبیہ وتعطیل کے درمیان۔

۲-اللہ کے افعال کے باب میں فرقہ جبریہ وقدریہ کے درمیان۔

۳-وعید الٰہی اور ایمان ودین کے نام کے باب میں مرجئۃ ووعیدیہ کے درمیان۔

۴-رسول اللہ کے اصحاب کے باب میں خوارج اور رافضہ کے درمیان۔

یہ جماعت ان ردی مذاہب، اور گمراہ کن راستے سے بری ہے، اور اللہ کی عطا کردہ احسان پر رشک کناہیں کہ اللہ نے ان کے لئے ایمان پسند فرمایا، اور اسے ان کے دلوں کی زینت بنائی، کفر، فسق اور نافرمانیوں کو ان کے لئے ناپسند کیا، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: ﴿فَضۡلٗا مِّنَ ٱللَّهِ وَنِعۡمَةٗۚ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٞ﴾[الحجرات:۸]" اللہ کے احسان وانعام سے، اور اللہ دانا اور باحکمت ہے"۔

وصلى الله وسلم على عبده ونبيه محمد، وعلى آله وصحبه أجمعين.

كتبه

د. أحمد بن عبدالرحمن بن عثمان القاضي

١٤٢٧/٢/١٥

عنيزة

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین کتاب	صفحہ نمبر
1	حرف آغاز	5
2	مقدمۃ المؤلف	7
3	قرآن وسنت کی روشنی میں آسان عقیدہ	11
4	اللہ پر ایمان	13
5	اللہ تعالی کے وجود پر ایمان	15
6	عبادت الہی میں شرک کے مراتب	62
7	شرک کا انجام	63
8	توحید الوہیت میں گمراہ ہونے والے فرقے	65
9	شرک کے اسباب وذرائع	66
10	فرشتوں پر ایمان	85
11	اللہ کے رسولوں پر ایمان	110
12	یوم آخرت پر ایمان	120
13	قرآن	140
14	گناہ کبیرہ کے مرتکب کے متعلق گمراہ ہونے والے گروہ	153
15	امامت اور جماعت	157
16	صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین)	161
17	تکمیل عقیدہ	176

الحُسنى
الجمعية العلمية السعودية للدراسات الإسلامية
Saudi Association for Islamic Studies

Vision

Achieve international leadership in consolidating and disseminating Islamic studies.

Mission

Contribute to serving the religion of Islam through qualified cadres, through a moderate and contemporary approach.

+966 11 8236708 | ca-sais@pnu.edu.sa | sais_pnu

مركز أصول
Osoul Center
www.osoulcenter.com

osoulcenter
+966504442532
www.osoulcenter.com

عرض تعريفي عن مركز أصول
ومجالاته ووحداته.. مشاهدة ممتعة لك

ISO 9001
حاصل على شهادة الاعتماد من الأيزو

حاصل على جائزة التميز في العمل الخيري